ہندو مذہب اپنی اصل تعلیمات، عقل اور فطرت سلیمہ کے ترازو میں سوال اورجواب

تالیف:

ڈاکٹر ہیثم طلعت

شركاء التنفيذ:



دار الإسلام



جمعية الربوة

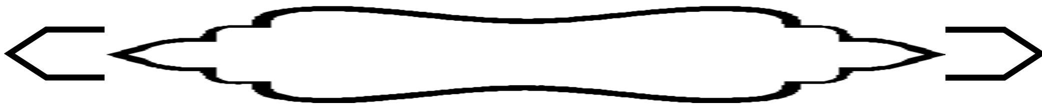


رواد الترجمة



المحتوى الإسلامي

Telephone: +966114454900
ceo@rabwah.sa
P.O.BOX: 29465
RIYADH: 11557
www.islamhouse.com



ہندو مذہب اپنی اصل تعلیمات، عقل اور فطرت سلیمہ کے ترازو میں

سوال اورجواب۔

اللہ کے نام سے اورتمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں، اور درود و سلام ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ کی آل پر،صحابہ کرام پر اور ان پر جو آپ کے وفادار ہیں۔ اما بعد:

ہندو مت کو دین کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر اس کا تعارف مزید باریک بینی سے کرایاجائے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک طرز زندگی کانام ہے۔

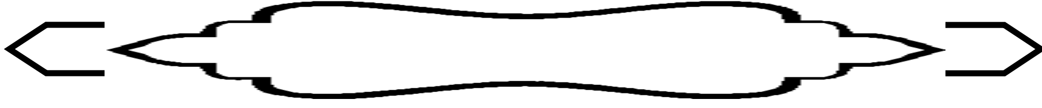
باشندگان عالم میں ہندو مذہب کے پیروکاروں کی تعداد تقریبا ۱۵% ہے کیوں کہ ان کی آبادی ایک ارب بیس کروڑ سے زیادہ ہے۔

زمانہ کے ساتھ ساتھ ہندو مذہب بہت ساری تبدیلیوں کا شکار ہوگیا۔

کیوں کہ ہندو مذہب ویدوں Vedas کے زمانہ کے بعد بہت سارے عقلی، علمی اور فطری اعتراضات اور پیچیدگیوں سے بھر گیا جن میں سے کچھ کا تذکرہ ہم اس کتاب میں کریں گے۔

ہاں!

ہندو مذہب ویدوں (ہندو مذہب کے بنیادی مآخذ)کی حقیقی تعلیمات سے بہت دور ہوتا چلا گیا اور



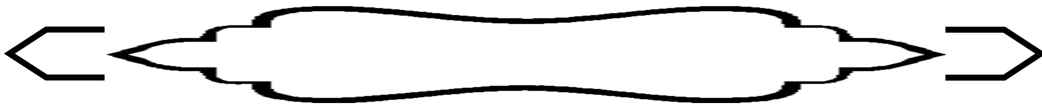
لوگوں یا زاہدوں کی خود ساختہ تعلیمات نیز بھگوت گیتا [illegible] Bhagavad Gita اور باطنی طور طریقوں Tantras کی پیروی ہونے لگے ۔

اس کتابچے میں میری کوشش ہوگی کہ موجودہ ہندو مذہب کا عقلی، جدید علمی حقائق، اور منطق سے تقابل کروں اسی طرح ویدوں کی صحیح تعلیمات جو کہ ابھی تک ہندؤوں کے یہاں برابر پائی جارہی ہیں ان سے بھی اس مذہب کا موازنہ کروں، مجھے یقین ہے کہ ویدوں اورہندؤوں کی فطرت میں جو کچھ باقی ماندہ حق ہے وہ ہندؤوں کو دین حق کی جانب لے جانے کے لئے کافی ہے۔

کیونکہ علی الاطلاق وید ہی ہندو مذہب کی سب سے مقدس کتابیں ہیں۔

اور فطرت ہی وہ محرک ہے جو انسان کے مقصد پیدائش اور اس کے انجام میں غور وفکر پر ابھارتا ہے اور اللہ رب العالمین پر ایمان اور مشروع طریقوں سے اس کی عبادت کی جانب توجہ مبذول کرواتا ہے۔

اور دین حق سے مراد وہ پیغام ہے جس میں ویدوں میں باقی ماندہ حق بھی شامل ہے، چنانچہ یہی پیغام در اصل فطرت کی آواز اور سارے جہان کے لئےوحی الہی ہے،اور یہی وہ پیغام ہے جو اپنشد (Upanishad [illegible]) کی تعلیمات میں اللہ رب العالمین کی توحید کی بابت گفتگو کرتا نظر آتا ہے۔



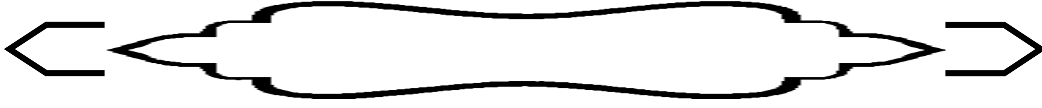
اس کتابچہ میں میری یہ کوشش ہوگی کہ میں ویدوں کے زمانہ کے ہندو مت اور موجودہ ہندو مت میں مختصر سا موازنہ پیش کروں۔

کیونکہ ہندو مت بہت حد تک بدل چکا ہے۔

ہندو مذہب، ویدوں میں باقی ماندہ صاف ستھری توحیدی تعلیمات سے کوسوں دور جاچکا ہے، لہذا آپ موجودہ ہندو مذہب میں وحدۃ الوجود کا عقیدہ پائیں گے جس کا مطلب یہ ہے کہ خالق ومخلوق دونوں آپس میں متحد ہیں اور جو مخلوق ہے وہی بعینہ خالق ہے،یہ عجیب وغریب عقیدہ نہ صرف یہ کہ ویدوں کی واضح تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ عقل کے بدیہی امور سے بھی متصادم ہے، بھلا معبود ہر چیز میں حلول کیسے کرسکتا ہے؟ اے ہندوو! (ذرا غورکرو) تم اس معبود تک پہنچنے کے لئے مختلف رسوم ورواج اور طرح طرح کے اعمال کو انجام دیتے ہو جبکہ دراصل (تمہارے عقیدہ کے مطابق) وہ تو تمہارے اندر ہی موجود ہے؟

کیا یہ واضح عقلی مسئلہ نہیں ہے؟

پھر یہ کہ وحدۃ الوجود کا عقیدہ نسبیتِ حقیقت کے نظریہ کو مستلزم ہے، کیونکہ وہ تمام لوگ جو اپنے دین ومذہب کی بنیاد پر بتوں اور پتھروں کی عبادت کرتے ہیں درحقیقت وہ معبود(خالق) ہی کی عبادت کررہے ہوتے ہیں کیونکہ اس عقیدہ کے مطابق وہی



بُت بھی ہے اور وہی پتر بھی،لہذا معبود ہر چیز میں حلول پذیر ہے اور ہر چیز وہی ہے۔

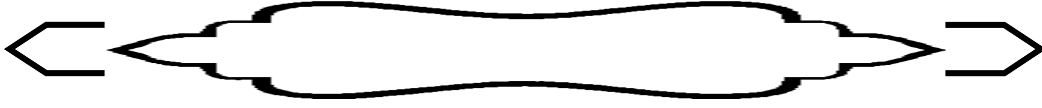
جبکہ نسبیتِ حقیقت کا یہ نظریہ تمام معانی اور ہر چیز کی اہمیت کو برباد کرکے رکھ دیتا ہے جیسا کہ میں اس کتاب میں واضح کروں گا۔

اس پر مستزاد یہ کہ وید ایسے معبود پر ایمان لانے کی صریح دعوت دیتا ہے جو اپنی مخلوق سے جُدا ہے،لہذا یہ تمام چیزیں، اللہ کی مخلوق ہیں اور اللہ کی مخلوق اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں، چہ جائے کہ اللہ اس میں حلول کرے۔

رِگ وید [illegible] میں ہے: ’’اے اللہ! سورج، بلکہ پوری دنیا تیری وسعت کا احاطہ نہیں کرسکتی۔

وحدۃ الوجود کے بطلان پر وید کی یہ واضح دلیل ہے۔ لہذا اللہ اپنی مخلوقات سے بالکل جُدا ہے۔

موجودہ ہندو مذہب میں آپ تناسخ ارواح کا عقیدہ بھی پائیں گے جس کا معنی یہ ہے کہ انسانوں کی وفات کے بعد ان کی روحیں دوسری دنیا میں چلی جاتی ہیں تاکہ از سر نو ایک نئی مخلوق کی شکل میں جنم لیں،گویا ہر انسان پہلے کسی اور مخلوق کی شکل میں زندگی گرار رہا تھا اور اسی طرح،اور یہ عقیدہ بہت ساری پیچیدگیوں کو جنم دیتا ہے، چنانچہ اگر نقل ارواح



کا یہ نظریہ صحیح ہے تو نو زائیدہ بچے، بڑوں جیسی عقل وخرد کے ساتھ پیدا کیوں نہیں ہوتے؟[1]

نیز نقل ارواح کا یہ عقیدہ، ولادت کے تسلسل وتکرار کو مستلزم ہے، بھلا یہ کیسے ممکن ہے جبکہ جدید علوم سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ زندگی کی ایک ابتدا ہوتی ہے، بلکہ خود اس زمین کی بھی ایک ابتدا ہے اور یہ بھی ازلی نہیں ہے۔

اور اگر تناسخ ارواح کا عقیدہ درست مان لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑےگا کہ زندہ مخلوقات کی تعداد ہمیشہ اپنی حالت پر ثابت رہتی ہے کیونکہ آپس میں ان کی روحیں ایک دوسرے میں منتقل ہوتی رہتی ہیں، جبکہ آج کوئی بھی ایسی بات نہیں کرتا!

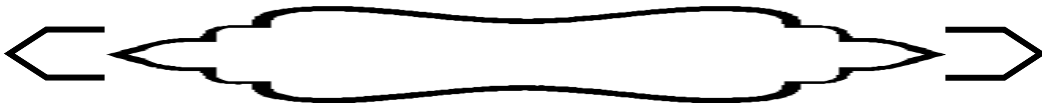
اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ ویدوں میں تناسخ ارواح کا نظریہ پایا ہی نہیں جاتا ہے، ایک ہندو عالم شری ستیاکام ودیا لنکار نے یہاں تک کہہ ڈالا: ’’ویدوں میں نقل ارواح کا عقیدہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے،اور جو اس کا دعوی کرتے ہیں میرا ان کو کھلا چیلینج ہے‘‘۔[2]

ودیا لنکار کےاس دعوے پر سب سے عمدہ دلیل یہ ہے کہ ہندو ایک بہت قدیم مذہبی رسم انجام دیتے ہیں

---

(1) Cogan, Robert. (1998), Critical Thinking: Step by Step, University Press of America, pp. 202–203.

(2) آواگمن، ص104، بحوالہ کتاب دعوة الهندوس إلى الإسلام، ص 99۔

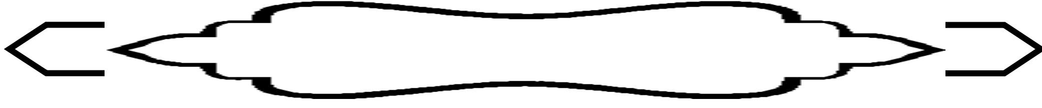


جسے ''شراد [illegible] Śrāddha'' کہا جاتا ہے، اس رسم کا مقصد ہی مُردوں کی روحوں کو تسکین پہنچانا ہوتا ہے۔

(تو سوال یہ ہے کہ) اگر وہ مُردوں کی روحوں کو تسکین پہنچاتے ہیں تو روحیں آپس میں منتقل کیسے ہوسکتی ہیں؟

موجودہ ہندو مذہب کے عقیدوں میں سے ایک ''کَرمَا'' کا عقیدہ بھی ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کرما کے مطابق اپنے سابقہ اعمال کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ لہذا جو بُرا اور بد بخت انسان تھا وہ دوسری نئی زندگی میں یا تو پہلی زندگی کے بالمقابل نچلے طبقے میں پیدا ہوگا یا مزید بڑی بڑی پریشانیوں کے ساتھ جنم لےگا۔

یہی وجہ ہے کہ ہندو حضرات جب کسی شخص کو مصیبتوں میں مبتلا دیکھتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اس کے ان گناہوں کا نتیجہ ہے جو اس نے اپنی سابقہ زندگی میں انجام دیا تھا، یہ ایسا باطل اور تشویشناک تصور ہے جو زندگی کو مکمل طور پر برباد کردیتا ہے،نتیجتاً ایسا شخص انسانیت کی بقا کے لئے کوئی خدمت انجام نہیں دیتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ لوگوں کو جو بھی پریشانیاں لاحق ہیں وہ سب کی سب ان کی پچھلی زندگی کے جرائم کا نتیجہ ہیں، یہ درحقیقت پسماندگی، ظلم اور ذات پات کے نظام کے ساتھ ایک طرح کی مصالحت ہے۔



لیکن سب سے بڑا اشکال یہ ہے کہ کرما کا عقیدہ ویدوں میں کہاں پایا جاتا ہے؟

ویدوں میں تو بڑی صراحت کے ساتھ جنت و جہنم کے وجود کا ذکر ہے، اور یہ کہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اللہ ان میں داخل کرےگا، نیز دوسری زندگیوں میں کوئی نئی ولادت نہیں ہوگی۔

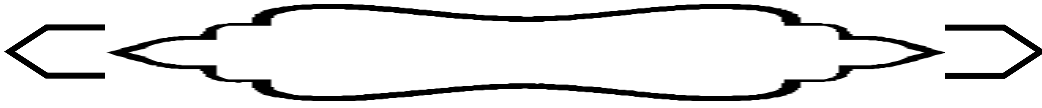
رِگ وید میں ہے: ''ہمیشہ کے لئے مجھے ایسی جگہ بھیج دیجئے جہاں عیش وعشرت کی تمام تر قسمیں ودیعت کی گئی ہوں اورانسان جس چیز کی آرزو کرے اسے عطا کی جائیں''۔[1]

موجودہ ہندو مت کے بنیادی عقائد میں ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ولادت کے تسلسل وتکرار اور نقل ارواح سے خلاصی پانے اور درجہ''موکشا [illegible] ''Moksha پر فائز ہونے کے لئے تگ ودَو کی جائے جس میں انسان فنا فی اللہ ہوجاتا ہے، جبکہ وجود کے متعلق مکمل طور پر یہ ایک منحوس نظریہ ہے کیونکہ اس میں وجود میں آنے کا مقصد ہی وجود سے خلاصی حاصل کرلینا ہوجاتا ہے!

اور یہ نظریہ معاشرے کے لئے بہت خطرناک ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان بلا خوف وخطر ہوجائےگا کیونکہ وہ تو یہی سمجھے گا کہ وہ کوئی بھی گناہ کرلے، اسے دوبارہ جنم لینا ہی ہے اور آنے والی

---

[1] رِگ وید، مندل: 9، سوکت: 113، منتر: 9-11۔



زندگی میں کبھی نہ کبھی وہ خلاصی حاصل کر ہی لےگا۔

نیز یہ معاملہ ویدوں کی تعلیمات کے بھی سراسر خلاف ہے، کیونکہ ویدوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ ظالموں اور گنہگاروں کو ان کی سزا کے لئے تیار کردہ جگہ میں سزا دی جائےگی، جیسا کہ رِگ وید میں ہے: ’’وہ بہ انتہا گہری جگہ ہے جسے گنہگاروں کے لئے بنایا گیا ہے‘‘۔[1]

لہذا کہاں اس جگہ کا ذکر اور کہاں ولادت کی تکرار کا نظریہ؟

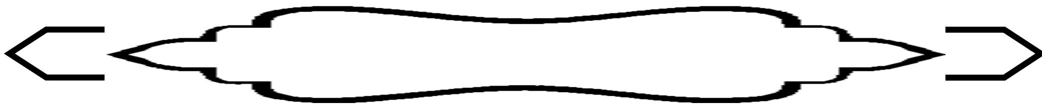
رہی بات موجودہ ہندو مت کے سب سے مشہور علمی اشکال کی تو وہ تخلیق کائنات کی اصل کیفیت کے متعلق ان کا نظریہ ہے، موجودہ ہندو مت کے مطابق کائنات از خودٹوٹتی اور بنتی رہتی ہے اور یہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے،جبکہ یہ ایسی عجیب وغریب علمی غلطی ہے جو جدید علمی حقائق کے بالکل خلاف ہے۔

کیونکہ یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ جدید علوم کے مطابق ہماری اس کائنات کی ایک مکمل ابتدا ہے اور اس سے پہلے کسی کائنات کا وجود نہیں تھا۔

لہذا علمی حقائق کے مطابق کائنات بغیر کسی سابق مثال کے پیدا کی گئی ہے۔

---

[1]) رِگ وید، منڈیل: 4، سوکت: 5، منتر: 5۔



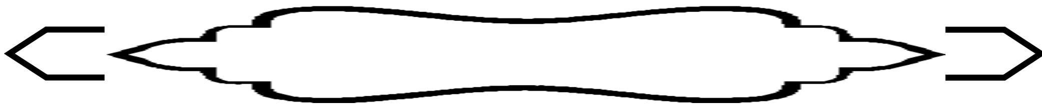
یہی عقیدہ تو لگ بھگ ویدوں میں بھی ہے۔ چنانچہ ویدوں کے مطابق ایک دنیاوی زندگی ہے جو یک لخت وجود میں آگئی، اور ایک اخروی زندگی بھی ہے،جبکہ ہندو مت کے آخری مرحلہ کے فلسفوں جیسے پرانوں Puranas میں تکرار عالم اور اس کی ازلیت کا نظریہ واضح طور پر ملتا ہے۔

لہذا موجودہ ہندو مت نہ نہ صرف یہ کہ ویدوں میں موجود عقائد اورجدید علمی حقائق کی مخالفت کی ہے بلکہ یہ اُس اسلام کے بھی خلاف ہے جو اسی پیغام حق کا داعی ہے جسے وید بھی بیان کرتے ہیں۔

کیونکہ مسلمانوں کا عقیدہ جسے اللہ رب العالمین نے قرآن میں بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ کائنات بغیر کسی مثال سابق کے بنائی گئی ہے، قرآن مجید میں ارشاد باری ہے: ’’وہ زمین اور آسمانوں کو پیدا کرنے والا ہے، وہ جس کام کو کرنا چاہے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، بس وہی ہو جاتا ہے‘‘۔ سورۃ البقرۃ ﴿117﴾ ۔

لہذا اسلام کے مطابق کائنات بغیر کسی مثال سابق کے پیدا کی گئی ہے۔

اور کائنات کے متعلق سائنس کا یہی کہنا ہے جس کی خبر آج سے 1400 سال بکریوں کے چرانے والے ایک شخص نے دیا تھا، جن کو دنیا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جانتی ہے جو اللہ کے رسول اور اسلام کے پیغمبر ہیں ۔

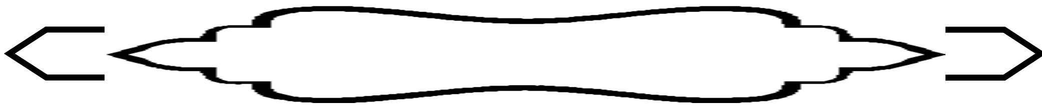


اس کتاب میں، میں ہندو مت کی بہت ساری پیچیدگیوں اور اشکالات کا مناقشہ کروں گا اور اس کے بالمقابل کائنات،زندگی،ثواب وعقاب اور مقصدِ وجود کے متعلق اسلام کا نظریہ پیش کروں گا جو کہ ویدوں کی باقی ماندہ تعلیمات اور فطرت کے عین مطابق ہے۔

اور یہ بھی واضح کروں گا کہ خوشگوار زندگی کے راہنما اصول جاننے کے لئے ضروری معلومات کی فراہمی اور وجود انسانی کے معنی ومقصد کو بیان کرنے میں اسلام نے کس قدر دقیق، مضبوط ترین اور فیصلہ کُن لائحہ عمل پیش کیا ہے جو کہ فطرت، عقل اور علم ومعرفت کے عین مطابق ہے۔

اس کتاب میں دین اسلام کی حقانیت پر دلیلیں اور ویدوں میں موجود اس دین کے متعلق موجود خوشخبریاں پیش کی جائیں گی، کیونکہ ویدوں میں اسلام اور محمد ﷺ کے متعلق بشارتیں موجود ہیں، نیز ان میں ہندوؤں کو مذکورہ باتوں پر ایمان لانے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔

اسلام روئے زمین پر پائے جانے والے مختلف ادیان کے مقابلہ میں کوئی ذیلی دین نہیں ہے بلکہ یہ تو بالکل منفرد اور توحید کو بیان کرنے والا دین ہے جسے دے کر اللہ نے تمام انبیا کو مبعوث کیا ہے، لہذا تمام انبیا لوگوں کو توحید کی دعوت دینے کے لئے ہی تشریف لائے، اور فی الوقت اس توحیدِ خالص پر فقط اسلام ہی قائم



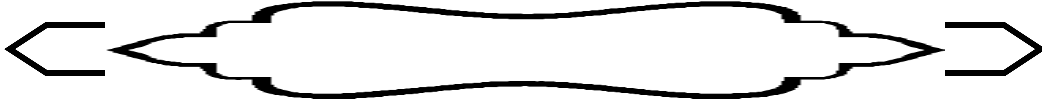
ہے۔ ورنہ دیگر ادیان میں شرک کی آمیزش خواہ کم ہو یاد زیادہ ہو ہی چکی ہے۔

لہذا اللہ رب العالمین انسان سے اسلام کے علاوہ کوئی اور دین قبول نہیں کرے گا، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے: ’’جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا‘‘۔ سورة آل عمران، ۸۵۔

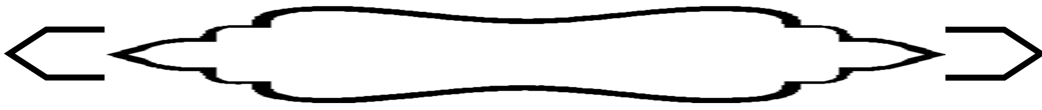
کیونکہ اسلام ہی وہ دین ہے جسے دے کر اللہ نے تمام انبیا ورسل کو مبعوث کیا ہے۔

اور اسلام کی بنیادی خصوصیات یہ ہیں کہ اس میں اللہ کے سامنے خود سپُردگی اور فقط اسی کی عبادت کی بات کی گئی ہے، نیز موجودہ ہندو مت میں بُتوں یا پتھروں کی شکل میں اللہ کے لئے جو جسم سازی کی جاتی ہے اس کی بھی سختی کے ساتھ نفی کی گئی ہے۔

اس کے بعد کتاب کا اختتام اس بیان کے ساتھ ہوگا کہ انسان اللہ کا فرمانبردار کیسے بنے، اسلام کا معنی کیا ہے اور اسلام کی حاجت وضرورت کیوں اور کس قدر ہے۔



تو چلئے اللہ کا نام لے کر کتابی سفر شروع کرتے ہیں۔



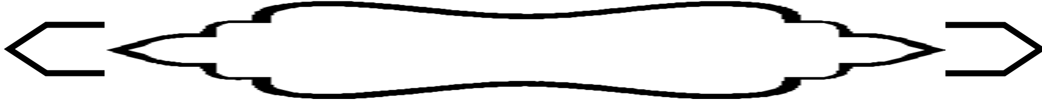
١- ہندو مت کیا ہے؟

ہندو مت: یہ ایک دین ہے، بلکہ یہ کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ یہ ایک طریقہ حیات ہے۔اور یہ تمام تر رسوم ورواج، شعائر،عبادات،مقدس کتابوں اور کونی ووجودی مفاہیم کو شامل ہے۔

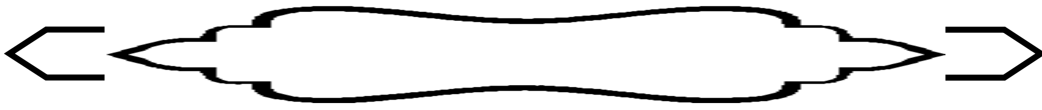
کئی صدیاں گزرنے اور مختلف مذاہب کے ساتھ میل جول وگٹھ جوڑ کی وجہ سے ہندو مت کے ایمانی امور مختلف انواع واقسام کے ہی نہیں بلکہ باہم متعارض بھی ہوچکے ہیں، اور موجودہ ہندو مت کو اس معاملہ میں ذرا بھی اختلاف کی بات نہیں نظر آتی ہے، لہذا موجودہ ہندو مت کا نہ کوئی ایک عقیدہ ہے اور نہ کوئی ایک مرجع ومصدر، نیز نہ اس کے پاس ایسے واضح نصوص ہی موجود ہیں جو فیصلہ کُن ہوں۔

گرچہ ویدیں ہی ہندوؤں کی سب سے مقدس کتابیں ہیں لیکن اس کے باوجود وہ عجیب وغریب طریقہ سے اس کی مخالفت کرتے رہے ہیں، جیسا کہ میں زیر نظر کتاب میں بیان کروں گا، لہذا ہندو مت ویدوں کی مخالفت کی وجہ سے ایسے مختلف افکار ونظریات کو بھی قبول کرنے لگا جن کاویدوں کے اول زمانہ سے کوئی سروکار ہی نہیں ہے۔

نیز عمومی طور پر اس کا ہدف اور مقصد یہ بن گیا کہ کسی طور مصائب سے چھٹکارا حاصل کرلیا جائے، اور عنقریب میں اس بات کی وضاحت کروں گا



کہ ان کے حساب سے مصائب سے چھٹکارا حاصل کرنے کا کیا مطلب ہے اور کس طرح انہوں نے اس سلسلے میں ویدوں کے عقائد کی مخالفت کی ہے جس میں بچے کھچے حق کا بہت سارا حصہ موجود ہے۔



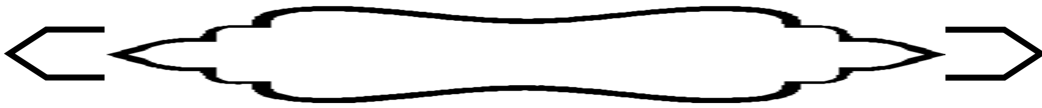
۲-یہ مذہب اس گھتم گتی کے ساتھ کیسے پروان چڑھا؟

ہندو مت سے مراد ہندوستان ہے: ہندوستان ایک ملک، ایک جائے وقوع، ایک تاریخ اور مختلف ادیان ومذاہب اور تہذیب وتمدن کا مخزن ہے۔

لہذا یہ مذہب عموما ہندوستان میں ہی پایا جاتا ہے کیونکہ پوری دنیا کے تقریبا 95% ہندو یہیں آباد ہیں۔

ہندو مت کا ظہور قدیم ویدوں کے مطابق ہوا لیکن صد افسوس کہ پھر زمانے گزرتے گئے اور اس میں مختلف فلسفیانہ افکار ونظریات، مختلف عقائد وکتب اور دیگر تصورات بھی داخل ہوتے گئے، وید کے بعد کے ہندو مت نے زہاد، باطنی تنتروں اوربھگوت گیتا کی تعلیمات کی پیروی کی۔

اور تقریبا سنہ 1500 قبل مسیح سے سنہ 500 عیسوی تک یہ فلسفیانہ افکار ونظریات ویدوں پر چھاگئے، یہی وجہ ہے کہ آج در حقیت ہندو مت ہمیں بس یہی تصورات اور فلسفیانہ افکار نظر آتے ہیں۔



۳- ہندووں کا حقیقی عقیدہ کیا ہے؟

موجودہ ہندو مذہب کا ماحصل یہ ہے کہ معبودات کی ایک بڑی تعداد پرایمان لانے کا عقیدہ رکھا جائے،یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں میں معبودات کی ایک ایسی تعداد موجود ہے جنہیں شمار میں نہیں لایا جاسکتا، لیکن اس کے باوجود وہ ایک اللہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

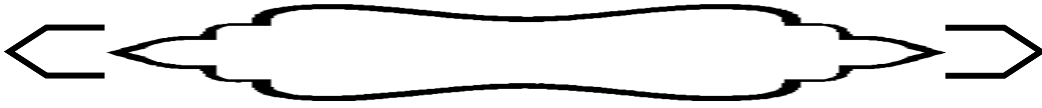
چنانچہ ان کا یہ نظریہ ہے کہ معبود ان تمام مصنوعی سانچوں اور بُتوں میں حلول کرچکا ہے جو ان کے نزدیک مقدس ہیں۔

اب یہاں کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ ہندوؤں کا ایک معبود پر ایمان لانا اور ان بُتوں اور ڈھانچوں کو اسی معبود کی تصویر قرار دینا بُت پرستی نہیں ہے!

تو یہ بڑی غلط فہمی ہے!

کیونکہ یہ اعتقاد کہ مجسمے اس ایک معبود کی تصویریں ہیں، درحقیقت اُس عقیدے بُت پرستی کی اصل ہے جو ہر زمانے میں انبیا اور ویدوں کی تعلیمات کے خلاف رہا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انبیا اور ویدوں کی تعلیمات کے مخالف مشرکین اللہ پر ایمان رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ بُتوں کی شکل میں معبود کی شبیہ بنایا کرتے تھے،لیکن مشرکین کی بُت پرستی کی وجہ سے ان کا اللہ کے وجود پر ایمان لانا اور یہ ماننا کہ وہ تن تنہا ہے؛



اللہ کے ساتھ، اس کے انبیا کے ساتھ اور ویدں کے ساتھ انکے کفر کی نفی نہیں کرتا۔

کیونکہ ویدوں میں بڑی صراحت کے ساتھ اور دوٹوک انداز میں بُت پرستی، یا ان بتوں کا قرب چاہنے، یا ان کو مقدس جاننے کو حرام قرار دیا گیا۔

وید میں ہے: ’’ جو اللہ کے علاوہ مصنوعی چیزوں کی عبادت کرےگا وہ تاریکیوں میں ڈوبے گا اور مدتوں آگ کا عذاب چکھےگا‘‘۔[1]

لہذا جو کوئی ان بتوں کی عبادت کرےگا جن سے ہندو مت آج بھرا پڑا ہے وہ ویدوں کے مطابق ہمیشہ آگ میں جلےگا۔

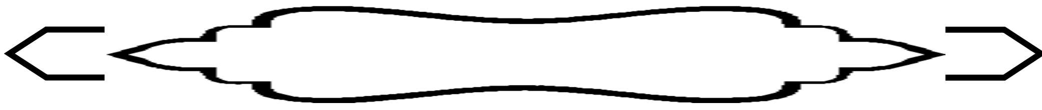
وید میں ایک دوسری جگہ یہ بھی ہے: ’’ہر چیز کا مالک، اور غیب کو جاننے والا جسے کسی دوسرے معبود کی مدد کی ضرورت نہیں وہی درحقیقت اللہ ہے جو انسانوں کی عبادت کا مستحق ہے، اور جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو معبود بنا رکھا ہے، یہی لوگ دراصل بدبخت ہیں اور ہمہ وقت انہیں بڑی مصیبتوں کا ڈر ستاتا رہتا ہے‘‘۔[2]

بلکہ بھگوت گیتا Bhagavad Gītā میں ہے: ’’جو دیگر معبودوں کی عبادت کرتے ہیں وہ انہیں کو حاصل کرسکیں گے، جو اپنے اسلاف (آبا

---

1) یجر وید، سوکت:40، منتر:9۔

2) رِگ وید، مندل1، سوکت:7، منتر:9۔



واجداد) کو پوجتے ہیں انہیں ان کے اسلاف ہی حاصل ہوں گے، جو شیطان کی پوجا کرتے ہیں انہیں شیطان ہی ملےگا اور جو میری عبادت کرتے ہیں وہ مجھے پالیں گے‘‘۔[1]

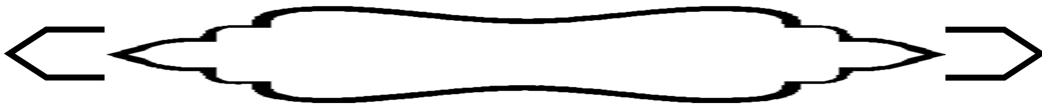
یہ اور اس جیسے بہت سے نصوص ہیں جو بہت واضح انداز میں ہندوؤں کو اللہ رب العالمین کی توحید اور بت پرستی ترک کرنے کی جانب دعوت دیتے ہیں، یہاں تک کہ مَہا رِشی دیانند سَرَسوَتِی کہتے ہیں: ’’ویدوں میں ایک حرف بھی بتوں اور پتھروں وغیرہ کی عبادت کی ترغیب پر موجود نہیں ہے‘‘۔

لہذاہندوؤں نے ویدوں میں موجود عقیدۂ توحید کو بعد کے زمانے میں باطل افکار ونظریات کے آنے کے بعد ہی ترک کیا ہے۔

قرآن کریم بھی جسے اللہ نے اپنے نبی محمدﷺ پر نازل کیا ہے، اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ بتوں کی عبادت کرنے والے بھی یہی گمان کرتے ہیں کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان رکھتے ہیں، اس کے باوجود وہ بت پرستی کی وجہ سے اللہ کے ساتھ کفر ہی کرنے والے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ’’اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے؟ تو یہ ضرور جواب دیں گے کہ اللہ۔‘‘

[1]) بھگوت گیتا، 9-25۔



سورۃ الزمر (۳۸) ۔ دوسری جگہ ارشادِ باری تعالی ہے : "اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے؟" ۔ سورۃ الزخرف (87) ۔

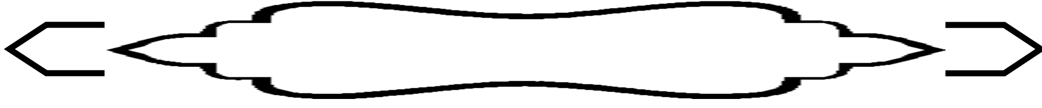
لہذا اس بات پر قرآن اور وید دونوں کا اتفاق ہے کہ بت پرستی انسان کو کافر بنا دیتی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ’’تم تو اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے ہو اور جھوٹی باتیں دل سے گھڑ لیتے ہو، سنو! جن جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ تو تمہاری روزی کے مالک نہیں، پس تمہیں چاہئے کہ تم اللہ تعالیٰ ہی سے روزیاں طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کی شکر گزاری کرو اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے‘‘۔ سورۃ العنکبوت (18) ۔

پس اسی سے رزق کا سوال کرو اور صرف اسی کی عبادت کرو کیونکہ ہم سب اسی کی جانب لوٹ کر جانے والے ہیں۔

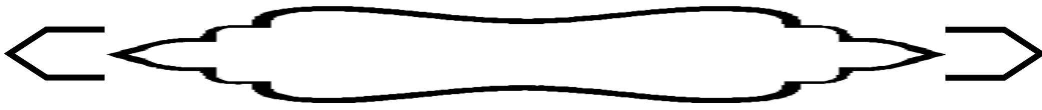
اور موجود زمانہ میں اسلام کے سوا اس روئے زمین پر نہ اللہ کی توحید پر کوئی دین باقی ہے اور نہ شرک کی تمام شکلوں سے کوئی مذہب مبرا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر ہندو پر واجب ہے کہ وہ اسلام کو تعصب کی عینک اتار کر بصیرت کی نگاہ سے



دیکھے اور غور کرے کہ اس دین کا عقیدہ توحید ان کی فطرت اور وید کی تعلیمات کے موافق ہے یا نہیں؟

یقینا ان تمام انبیا کی دعوت یہی تھی جن کو اللہ نے انسانوں کی جانب مبعوث کیا، کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے، اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے جب ہر قسم کی بُت پرستی سے کنارہ کش ہوا جائے اور رسولوں کی دعوت کو تسلیم کیا جائے،بالخصوص خاتم الرسل جناب محمد بن عبداللہ ﷺ کی دعوت کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے۔



۴- ہندو مت میں درجنوں بتوں کی شکل میں معبود کی تمثیل وتشبیہ کا طریقہ کب پروان چڑھا؟

ویدوں کے زمانے کے بعد موجودہ ہندو مت کی سب سے بڑی پیچیدگی یہ ہے کہ معبود کی متعدد صفات اس بات کلا متقاضی ہیں کہ متعدد ذوات ، یعنی متعدد معبودات کا عقیدہ رکھا جائے۔

کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ معبود کی ہر صفت کی عکاسی کرنے کے لئے ایک بُت ہونا چاہیئے۔

لہٰذا ان کے نزدیک خالق سے مندرجہ ذٰیل لوگ مراد ہوتے ہیں:

برہما: کیونکہ وہ کائنات کا خالق ہے۔

وشنو: کیونکہ وہ کائنات کا محافظ ہے۔

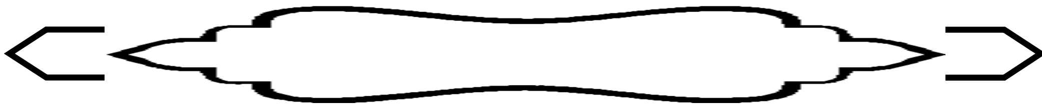
شیوا: کیونکہ وہ کائنات کو تباہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔[1]

یہ مفروضہ؛ عقل کے بدیہی امور، فطرت اور وید کی تعلیمات سے متصادم ہے،لہٰذا متعدد صفات کا ہونا متعدد ذوات کا متقاضی نہیں ہے۔

کیونکہ انسان بھی بیک وقت ذہین،قوی، اور ادیب ہوسکتا ہے۔

---

[1]) موسوعة الفلسفة الشرقية والدين، سٹیفن شوماکر، ص397۔



لہذا انسان کی ان متعدد صفات سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان بھی متعدد ہو۔

جو ذہین انسان ہے وہی درحقیقت طاقتور وقوی بھی ہے اور وہی ادیب بھی۔

اور اللہ کے لئے سب سے برتر صفات ہیں۔

نیز ویدوں میں بھی اس حقیقت کی تاکید موجود ہے۔ چنانچہ رِگ وید میں ہے: ’’وہی اِندرا، مِترا اور وایو ہے اور وہی ماتَرِشوَا بھی ہے۔ اہل عقل، وخرد ایک معبود کو مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں‘‘۔[1]

ویدوں میں اللہ کے اسما وصفات پر دلالت کرنے والے نصوص بکثرت موجود ہیں۔

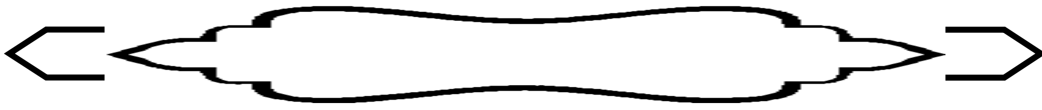
لہذا یہ اسما وصفات ایک ہی ذات کے ہیں۔

قدیم ویدوں اور اسلامی عقیدے کی تعلیمات یہی ہیں، لہذا اسلام میں ایک اللہ سبحانہ وتعالی کے متعدد اچھے نام اور بہت سارے اعلی ترین صفات ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ’’تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے‘‘۔ ﴿سورۃ البقرۃ: 163﴾

لہذا اللہ ہی رحمن بھی ہے اور وہی رحیم بھی ہے۔

---

1) رِگ وید، مندل: 1، سوکت: 164، منتر: 46۔



قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

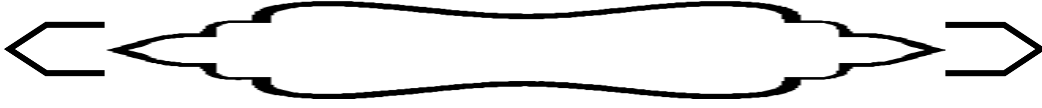
’’وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، بادشاہ، نہایت پاک، سب عیبوں سے صاف، امن دینے والا، نگہبان، غالب، زورآور، اور بڑائی والا ہے، پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جنہیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں‘‘۔ سورۃ الحشر (۲۳) ۔

لہذا متعدد اسما وصفات ایک اللہ کے ہی ہیں۔

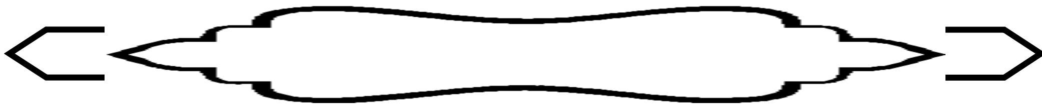
(ہندو مت میں) دوسری پیچیدگی، مختلف بتوں کی شکل میں معبود کی جسم سازی کا نظریہ ہے، کیونکہ نظریہ بُت پرستش کے ہوتے ہوئے اس کائنات میں امن وامان قائم نہیں رہ سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اللہ کی ذات سے ان تمام بُت پرستانہ تصورات کی نفی کرتا ہے اور اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے (باطل)معبود کی پرستش کا تصور، تمام کائنات کے امن وامان کے لئے خطرے کو مستلزم ہے۔ ’’اگر آسمان وزمین میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہوجاتے پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں‘‘۔ سورۃ الأنبیاء (۲۲) ۔

اگر اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہوتے تو آسمان وزمین میں فساد برپا ہوجاتا۔



’’اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہوجائے تو زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے،حق تو یہ ہے کہ ہم نے انہیں ان کی نصیحت پہنچا دی ہے لیکن وہ اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں‘‘۔ سورة المؤمنون ﴿71﴾



۵- ہندو خالق اور مخلوق کے درمیان تعلق کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

موجودہ زمانے میں ہندو حضرات کی اغلبیت عقیدہ وحدۃ الوجود پر ایمان رکھتی ہے، ان کے یہاں خالق مخلوق سے مل کر متحد ہوجاتا ہے، ہندو مت میں معبود اپنی مخلوقات میں حلول کرجاتا ہے، چنانچہ تمام موجودات اور ان کو وجود بخشنے والا دونوں ان کے یہاں شی واحد بن جاتے ہیں۔[1]

جبکہ یہ معاملہ سائنس ، عقل اور مشاہدہ کی آسان ترین بیدیہات اور وید کے خلاف ہے۔

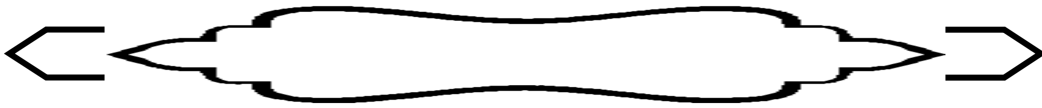
اس کے علاوہ عقیدۂ وحدۃ الوجود میں اور بھی علمی وعقلی اشکالات وپیچیدگیاں ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

پہلا اشکال: ان کے نزدیک معبود ہر چیز میں حلول کرجاتا ہے، اگر ایسا ہی ہے تو ان رسوم ورواج اور عبادات کا کیا مطلب ہے جن کو معبود میں ضم ہونے کے لئے انجام دیا جاتا ہے، جسے ’’موکشا Moksha‘‘ کہتے ہیں؟

بھلا آپ اس چیز تک کیسے پہنچ سکتے ہیں جو خود آپ کے اندر ہی موجود ہے؟ یعنی آپ اُس میں حلول پذیر ہیں اور وہ آپ میں؟

---

[1]) موسوعة الهندوسية، جونز ورايان وجميس د.، ص315 (غير مترجم)۔



دوسرا اشکال: عقیدہ وحدۃ الوجود کی وجہ سے ان کی نظر میں گناہ اور لغزشیں سب معبود ہی ہیں، یعنی ان کے نزدیک جو معبود ہے وہی لغزش وخطا ہے اور وہی زنا وقتل ہے کیونکہ وہ ہر چیز میں حلول پذیر ہے اور وہی ہر شی کی ذات ہے،اگر ایسا ہی ہے تو پھر گناہوں اور خطاؤں سے کیوں بچا جائے ؟

آخر کیوں یہ لوگ انسانی خواہشات اور دنیاوی ہوس سے اتنا دور بھاگتے ہیں؟

کیا گناہ بھی وحدۃ الوجود کے ضمن میں نہیں آتا؟

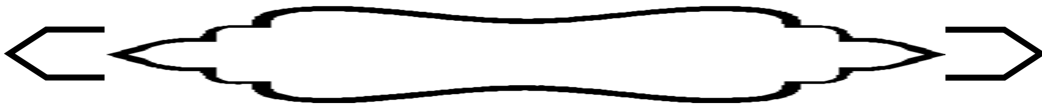
کیا یہ دنیا ہی خود معبود نہیں ہوئی؟

اس ہندوانہ تصور کے مطابق تو نیکی اور خیر وبھلائی انجام دینے پر حریص ہونے کا کوئی جواز ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جبکہ ہر کوئی خیر وبھلائی انجام دینے کا حریص ہے اور سب جانتے ہیں کہ یہ واجبی امر ہے، کیا ایسا نہیں ہے؟

خیر وبھلائی کی انجام دہی پر حریص ہونا درحقیقت صاف وشفاف فطرت کی آواز ہے، اور یہ بلاواسطہ، فلسفہ وحدۃ الوجود کے بطلان پر براہ راست فطری دلیل ہے۔

تیسرا اشکال: وحدۃ الوجود کا عقیدۂ نسبیتِ حقیقت کے نظریہ کا داعی ہے، کیونکہ وہ تمام لوگ جو



اپنے دین ومذہب کی بنیاد پر بتوں اور پتھروں کی عبادت کرتے ہیں، ان کا زعم ہے کہ درحقیقت وہ معبود(خالق) ہی کی عبادت کررہے ہوتے ہیں کیونکہ اس عقیدہ کے مطابق وہی بت بھی ہے اور وہی پتھر بھی، لہذا معبود ہر چیز میں حلول پذیر ہے اور ہر شی وہی ہے۔

نسبیت حقیقت کا یہ نظریہ ہر چیز کے معنی ومفہوم اوراہمیت کو برباد کردینے کے مترادف ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے ہر چیز درست اور صحیح قرار پائے گی!

اس پر مستزاد یہ کہ عقیدہ وحدۃ الوجود میں اس بات کا کوئی جواب نہیں ہے کہ یہ دنیا کہاں سے معرضِ وجود میں آئی ہے؟

لہذا یہ مفروضہ کہ جو خالق ہے وہی مخلوق ہے، عقلی اعتبار سے ایک ساقط وباطل مفروضہ ہے، کیونکہ اس سے کسی شی کے ظہور کا تعلق اسی شی کے ظہور سے ہونا لازم آتا ہے۔

یہ عجیب وغریب تناقض اور عقلاً محال امر ہے۔

کوئی چیز خود اپنے ہی ظہور کا سبب کیسے ہوسکتی ہے، جبکہ وہ چیز کبھی ظہور پذیر تھی ہی نہیں ۔

چوتھا اشکال: جدید سائنسی حقائق سے یہ بات ثابت ہے کہ کائنات اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب



حادث ہے، یہ بات تمام اہل عقل وخرد کے نزدیک مسلم ہے۔

لہذا کائنات اپنی تمام تر قوتوں، اپنے اصل مادے اور زمان ومکان کے ساتھ حادث ہے۔

اور بے شمار دلیلوں سے یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ کائنات کی ایک ابتدا ہے، چنانچہ از روئے سائنس پہلے کسی کائنات کا وجود نہیں تھا، پھر یہ کائنات وجود میں آئی۔

اور جب پہلے کسی کائنات کا وجود نہیں تھا تو عقیدۂ وحدۃ الوجود کیسے درست ہوسکتا ہے؟

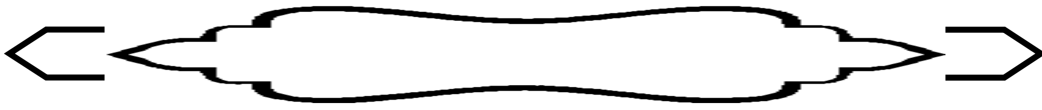
کیونکہ اگر وحدۃ الوجود کا عقیدہ درست ہے تو یہ کائنات کی ازلیت یا کم از کم اس کے اصل مادے کی ازلیت کا تقاضہ کرتا ہے۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ موجودہ زمانے کے ہندو حضرات کائنات کے اصل مادے کی ازلیت کے بڑی شدت سے قائل ہیں کیونکہ ان کا یہی موقف تو عقیدۂ وحدۃ الوجود کو جواز فراہم کرسکتا ہے۔

ہندو عالم وِویکانند Wiwekanand کہتا ہے: ’’یہ ایسی جگہ ہے جہاں نہ زمانے گزرتے ہیں اور نہ اس کو حدوث ہوسکتا ہے‘‘۔[1]

---

[1] Hinduism, Wiwekanand, p61-63. بحوالہ کتاب: دعوة الهندوس إلى الإسلام، تأليف د: إبراهيم بن عبد الغفور لنيل شهادة الدكتوراة، دار إيلاف للنشر والتوزيع، ص 122۔



لہذا موجودہ ہندو حضرات کائنات کے اصل مادے کی ازلیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں تاکہ وحدۃ الوجود کے نظریے سے ان کی بات موافق ہو سکے۔

جبکہ ان کے لئے اس طرح کی باتیں کرنا مناسب نہیں تھا پھر شروع ہی سے ان کے یہاں وحدۃ الوجود کا عقیدہ نہیں تھا، لیکن شیطان انسان کے ہر راستے میں بیٹھا ہوا ہے اور جب جب اسے موقع ملتا ہے تو وہ انبیا کے دین سے بھٹکانےکی کوشش میں لگ جاتا ہے۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے : ’’میں نے اپنے تمام بندوں کو توحید پر پیدا کیا تھا، پھر ان کے پاس شیاطین آگئے اور انہیں ان کے دین سے پھیر دیا؛ اور ان کے لئے ان چیزوں کو حرام کردیا جنہیں میں نے حلال کیا تھا اور انہیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شرک کریں جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری ہے‘‘۔[1]

سو بنی نوع انسان پہلے توحید پر تھی، پھر ان کے پاس شیاطین آئے اور دھوکے سے انہیں ان کفریہ امور میں لگا دیا۔

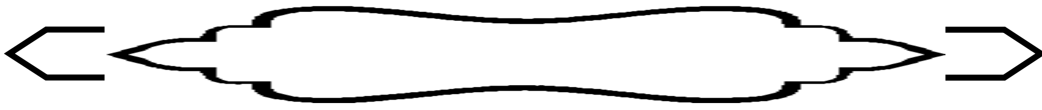
نیز نبی اکرمﷺ کا فرمان ہے: ’’بے شک شیطان ابن آدم کے تمام راستوں میں بیٹھا ہوا ہے‘‘[2]

پس شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لئے راستے ڈھونڈتا رہتا ہے، اور تب تک انسان کے لئے اس سے

---

1) صحیح مسلم، ح:2865۔

2) صحیح سنن النسائي، ح:3134 ۔



نجات نہیں ہے جب تک وہ توحید وعبادت کے اس راستہ کو نہ اختیار کرلے جس پر انبیا گامزن تھے۔

ویدوں نے تو صراحت کر رکھی ہے کہ یہ کائنات مخلوق ہے اور اس کی ایک ابتدا ہے۔

اور اللہ رب العالمین اپنی مخلوقات سے جُدا ہے اور ان میں حلول نہیں کرتا ہے۔

(تو سوال یہ ہے کہ) ہندو حضرات آخر وحدۃ الوجود کے اس عقیدہ تک پہنچے کیسے؟

رِگ وید [illegible] میں ہے: ''اے اللہ! سورج، بلکہ پوری دنیا تیری وسعت کا احاطہ نہیں کرسکتی''۔[1]

وحدۃ الوجود کے بطلان پر وید کی یہ واضح دلیل ہے، لہذا اللہ اپنی مخلوقات سے بالکل جُدا ہے اور سورج وچاند دونوں معبود نہیں ہیں۔

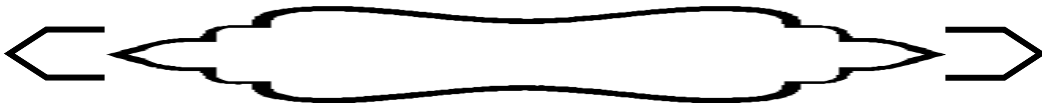
اور رِگ وید میں یہ بھی ہے: ''وہ اللہ ہی ہے جس نے دن ورات کو پیدا کیا ہے اور وہی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس کا مالک ہے، اور وہی ہے جس نے سورج وچاند اور زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے''۔[2]

وحدۃ الوجود اور کائنات کے اصل مادہ کی ازلیت کے نظریہ کی نفی کے لئے اب اس سے واضح کونسا عقیدہ ہوسکتا ہے؟

---

1) رِگ وید، مندل: 1، سوکت: 10، منتر: 8۔

2) رِگ وید، مندل: 10، سوکت:190، منتر2-3۔



یَجُــر ویــد میں ہے:’’ اور وہی ہے جس ســے پہلے کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی اور وہی ہمـارا خـالق ومالـک ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے‘‘۔[1]

چنـانچہ اللہ سـے قبـل کـوئی چـیز پہدا نہیں ہوئی، لہذا وہی اول ہے۔ اور اس کائنـات کـو اللہ نے پیـدا کیـا ہے اور یہ ازلی نہیں ہے: ’’وہ باعظمت و بلند بـالا زمین و آسمان کا مالک ہے‘‘۔[2]

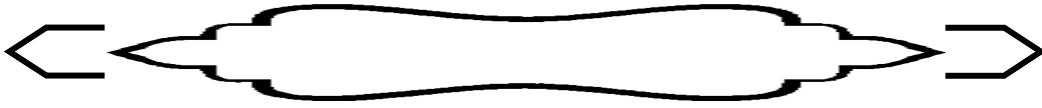
اور قرآن کریم بھی اسی واضح عقیدہ کو ثابت کرتا ہے، اللہ نے آج سے 1400 سال پہلے اپنے نـبی محمـد بن عبــداللہ ﷺ کــو بــذریعہ وحی یہ بتلا دیــا تھــا کہ اللہ رب العالمین اپنی مخلوقات سـے بالکـل جُـدا اپـنے عـرش پـر مستوی ہے اور نہ وہ اپنی مخلوقات میں حلول کرتـا ہے اور نہ یہ اُس میں حلول کرسکتی ہیں۔

اللہ تعالی کا فرمـان ہے: ’’ اللہ تعـالیٰ وہ ہے جس نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کـر دیـا پھـر عـرش پـر مسـتوی ہوا، تمہارے لـئے اس کے سـوا کــوئی مــددگار اور سفارشــی نہیں، کیــا پھــر بھی تم نصــیحت حاصــل نہیں کــرتے‘‘۔ سورة السجدة ﴿4﴾ ۔

---

[1] یجر وید، سوکت:32، منتر:13۔

[2] رِگ وید، مندل: 1، سوکت: 100، منتر:1۔



لہذا انبیا کا عقیدہ اور ان کے دین وشریعت کی بنیاد اسی پر ہے کہ اللہ تن تنہا خالق اور اپنی مخلوقات سے جُدا ہے اور اُن میں حلول نہیں کرتا ہے۔

وحدۃ الوجود کے فلسفہ میں پانچواں اشکال: یہ فلسفہ اس سب سے اہم سوال کا جواب نہیں دے سکتا کہ: یہ کائنات/دنیا کہاں سے وجود میں آئی؟

اس فلسفہ کے مطابق اس عالم کا ظہور کیسے ہوا؟

پھر سوال یہ ہے کہ سب سے پہلے اس فلسفہ کو کس نے پیش کیا؟

اور اس پر کیا دلیل ہے؟

بہت سارے سوالات اور بے شمار اشکالات نے اس عقیدہ کو جو جدید علوم، عقل، وید اور دینِ انبیا کے خلاف ہے، چاروں جانب سے گھیر رکھا ہے۔



۶- موت وحیات کو ہندو حضرات کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

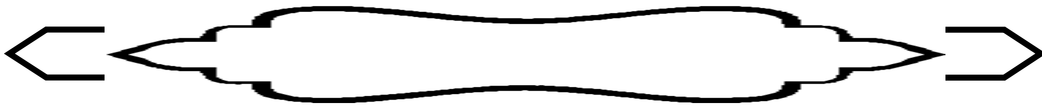
موجودہ ہندو مت کی بنیاد نقل ارواح اور تسلسلِ ولادت کے نظریے پر قائم ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمیں موجودہ ہندوانہ تصور میں ولادتوں کا ایک دائرہ نظر آتا ہے کیونکہ (ان کے مطابق) ہر مولود پہلے ہی سے کسی مخلوق کی شکل میں موجود تھا اور اس کی موت کے بعد اس کی روح کسی دوسرے جسم میں منتقل ہوجائے گی یہ سلسلہ ایسے ہی چلتا رہے گا، ہندو مت میں اسی کو سامسارا [22] [illegible] Saṃsāra کہتے ہیں،نقل ارواح کے مسئلے میں کئی علمی وعقلی اشکالات ہیں ، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا اشکال: اس اشکال کو ترتلیان کا اعتراض ’’Tertullian's objection‘‘ بھی کہا جاتا ہے، وہ کہتا ہے : اگر نقل ارواح کا یہ نظریہ صحیح ہے تو نو زائیدہ بچے بڑوں جیسی عقل وخرد کے ساتھ پیدا کیوں نہیں ہوتے؟[1]

دوسرا اشکال: اگر نقل ارواح کا عقیدہ درست مان لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ زندہ مخلوقات کی تعداد ہمیشہ اپنی حالت پر ثابت رہتی ہے کیونکہ سلسلہ ولادت کی وجہ سے آپس میں ان کی روحیں ایک

---

(1) Cogan, Robert. (1998), Critical Thinking: Step by Step, University Press of America, pp. 202–203



دوسرے میں منتقل ہوتی رہتی ہیں، جبکہ آج کوئی بھی عقل مند انسان ایسی بات نہیں کرسکتا!

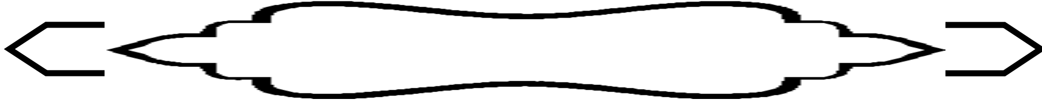
کیونکہ یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ایک زمانہ ایسا تھا جب اس کرّہ ارض کا کوئی وجود ہی نہیں تھا اور نہ اس زمین پر کوئی جاندار ہی موجود تھا، نیز ایک زمانہ ایسا بھی تھا جب یہ جاندار موجودہ تعداد میں موجود نہیں تھے بلکہ ان کی تعداد بہت کم تھی، پھر مرور ایام کے ساتھ ساتھ ان میں اضافہ ہوتا چلا گیا، اور اس بات پر آج پوری انسانیت متفق ہے۔

اسی طرح ایک زمانہ ایسا بھی تھا جب انسانوں کی تعداد ان کی موجودہ تعداد سے کم تھی۔

لہذا متفقہ طور پر انسانوں کی تعداد یکساں نہیں رہتی ہے، تو نقل ارواح کا عمل یکساں تسلسل کے ساتھ کیسے انجام پاتا ہے؟

تیسرا اشکال: سوائے عقیدہ تناسخ کے فلسفہ کے ماننے والوں کے کہ کوئی ایسا شخص کیوں نہیں پایا جاتا جسے اپنی سابقہ زندگی یاد ہو؟

امریکہ میں روتھ سیمنز Ruth Simmons نامی ایک عورت تھی جس نے یہ دعوی کیا تھا کہ نقل ارواح کے نتیجے میں اس کے اندر بریدی مورفی Bridey Murphy نامی عورت کی روح موجود ہے، روتھ سیمنز اپنی اُس سابقہ زندگی کو یاد کرنے لگی تھی جب انیسوی صدی کے دوران آئرلینڈ میں وہ بریدی مورفی



تھی، لیکن محققین نے جب روتھ سیمینز کی زندگی کی چھان بین کی تو یہ انکشاف ہوا کہ آئرلینڈ میں اس کی ایک پُرانی پڑوسن تھی جس کا نام بریدی مورفی تھا، لہذا اس نے بریدی مورفی کی یادوں کو لیا اور اپنی یاد بنا کر پیش کرنے لگی اور یہ دعوی کرنے لگی کہ وہی درحقیقت بریدی ہے۔[1]

لہذا نقل ارواح کا نظریہ وہم وگمان سے زیادہ کچھ نہیں اور علم وحس کے نہایت معمولی بدیہی امور سے متصادم ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف فلسفہ کے چیف ایڈیٹر اور نیویارک یونیورسٹی کے پروفیسر پال ایڈورڈز کہتے ہیں: "تناسخ محض ایک خیالی تصور ہے جو جدید سائنس سے متصادم ہے۔"[2]

لہذا انسان مرنے کے بعد (اس دنیا میں) دوسرا جنم نہیں لے سکتا۔

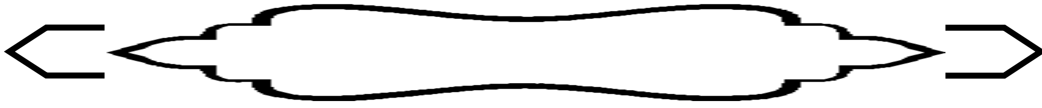
وید بھی اس حقیقت کی تاکید کرتے ہیں،اور ویدوں میں نقل ارواح یا سامسارا(باربارجنم لینا)کے متعلق کوئی گفتگو سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔[3]

---

1) روتھ سیمنز کے کیس کی تفصیل:
https://www.ncbi.nlm.nih.gov/pubmed/12116612 (د.
فوز كردي کی ویب سائٹ کے مقالات سے منقول)۔

2) Edwards, Paul. (2001), Reincarnation: A Critical Examination, Prometheus Books۔

3) Yuvraj Krishan: Bharatiya Vidya Bhavan, 1997۔



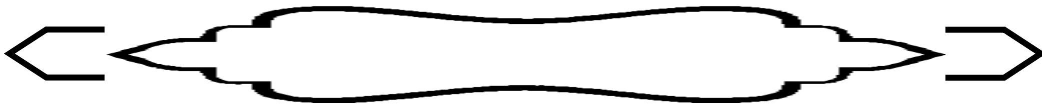
ایک ہندو عالم شری ستیاکام ودیا لنکار نے یہاں تک کہہ ڈالا: ''ویدوں میں نقل ارواح کا عقیدہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے،اور جو اس کا دعوی کرتے ہیں میرا ان کو کھلا چیلنج ہے''۔[1]

ودیا لنکار کےاس دعوے پر سب سے عمدہ دلیل یہ ہے کہ ہندو ایک بہت قدیم مذہبی رسم انجام دیتے ہیں جسے ''شراد Śrāddha'' کہا جاتا ہے۔ اس رسم کا مقصد مردوں کی روحوں کو تسکین پہنچانا ہوتا ہے۔

تو سوال یہ ہے کہ اگر ہندو حضرات مردوں کی روحوں کو تسکین پہنچاتے ہیں تو روحیں آپس میں منتقل کیسے ہوسکتی ہیں؟

قرآن کریم نے جسے اللہ نے اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا ہے، تکرار حیات کے قائلین پر رد کیا ہے۔ ''اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری جو دنیا کی زندگی ہے بس یہی (زندگی) ہے اور ہم (مرنے کے بعد) پھر زندہ نہیں کیے جائیں گے۔'' سورة المؤمنون (37) ۔ اللہ نے قرآن کریم میں کفار کے اس قول پر رد کرتے ارشاد فرمایا: ''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان کے پہلے بہت سی قوموں کو ہم نے غارت کر دیا کہ وہ ان

[1]) آواگمن، ص 104، بحوالہ کتاب: دعوة الهندوس إلى الإسلام، تأليف د: إبراهيم بن عبد الغفور،ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے، دار إيلاف للنشر والتوزيع، ص 99۔



کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے''۔ سورة یس (٣١)

لہذا جو ایک بار مر جائے وہ دوبارہ اس دنیا میں لوٹ کر نہیں آسکتا یا دوبارہ (اس دنیا میں)زندہ نہیں ہوسکتا۔

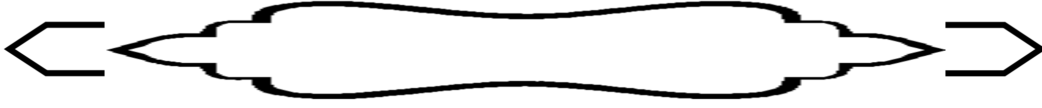
اللہ تعالی کا فرمان ہے: ''وہاں وہ موت کا مزہ نہیں چکھیں گے ،ہاں صرف پہلی موت''۔ سورة الدخان (٥٦)

چنانچہ مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے، اور یہی عقیدہ ویدوں میں بھی ہے، افسوس کہ جسے ہندوؤں نے چھوڑ رکھا ہے۔

نقل ارواح کے متعلق چوتھا اشکال: وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سلسلہ وار ولادت سے چھٹکارا پانے کے لئے معبود مطلق میں ضَم ہوجانا ہی ان کا مقصد ہے جسے موکش کہا جاتا ہے، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تسلسلِ ولادت ایک طرح کا عذاب ہے۔

لیکن کیا کوئی تکرار کے ساتھ جنم لینے کو عذاب سمجھتا ہے؟

اگر آپ لوگوں سے سوال کریں گے کہ کیا آپ دوبارہ جنم لے کر دوسری زندگی کا تجربہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اکثر لوگ بلا تردد اثبات ہی میں جواب دیں گے۔



نیز وجود کے لئے یہ منحوس نظریہ کہ یہ عذاب ہے، ایک جھوٹا نظریہ ہے کیونکہ معرض وجود میں آنے میں بہت ساری خیر وبھلائی ہے اور اس میں اتنی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جو ناقابل شمار ہیں۔

لہذا موکش کا نظریہ حقیقی طور پر غیر موجود چیز سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ایک وہمی ذریعہ ہے!

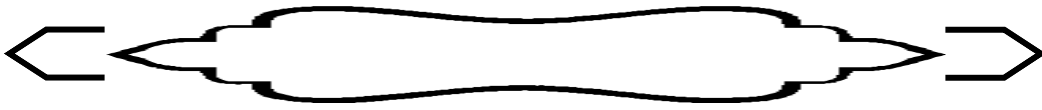
پانچواں اشکال: فلسفہ نقل ارواح انسان کو بے پرواہ ہوکر جرم ومعصیت انجام دینے کی جانب لے جاتا ہے،کیونکہ یہ فلسفہ بایں طور ارتکاب جرائم کو جواز فراہم کرتا ہے کہ(اس کے مطابق) اگلے کسی نا کسی جنم میں انسان ان تمام چیزوں سے پاک وصاف ہو ہی جائےگا،لہذا موجودہ ولادت(زندگی) میں ہی خوب لطف اندوزی کرلے۔

یہ معاملہ درحقیقت ارتکاب جرائم کے ساتھ ایک نوعیت کی مصالحت ہے، ممکن ہے کہ اسی وجہ سے ہندوستان کا شمار ان ملکوں میں ہوتا ہے، جہاں عالمی طور پر، سب سے زیادہ جرائم کی انجام دہی اور زنا بالجبر کے معاملات ہوتے ہیں۔[1]

اور اسی طرح ہندوستان کا شمار ان ملکوں میں بھی ہوتا ہے جہاں سب سے زیادہ اجتماعی عصمت دری کے جرائم ہوتے ہیں۔

---

1) https://en.wikipedia.org/wiki/Rape_in_India



۷- ہندوؤں کے یہاں تناسخ ارواح اور تکرار ولادت کے نظریے کا مصدر ومرجع کیا ہے؟

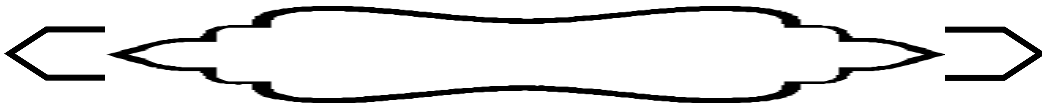
کوئی نہیں جانتا کہ یہ افکار ونظریات کیسے پیدا ہوگئے، کس نے ان کی بنیاد رکھی اور اس کی اس پر دلیل کیا ہے؟

نیز ویدوں میں بھی تسلسل یا تکرار ولادت پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور نہ ہی تناسخ ارواح کے متعلق ان میں ایک کلمہ تک ملتا ہے، یہ تمام افکار بعد میں آئے پُرانوں Puranas میں موجود فلسفوں کے علاوہ کہیں نہیں دکھائی دیتے۔

کوئی بعید نہیں کہ جس طرح بغیر کھائے پیئے لمبی مدت تک بیٹھے رہنے(تَپَسیا کرنے) کے نتیجے میں جو خیالات پیدا ہوجاتے ہیں، اسی طرح ہندوؤں کے کسی زاہد(پنڈت/سادھو) کے ذہن میں اس طرح کے افکار وخیالات نے جنم لے لیا ہو، جیسا کہ پَرانا Prana کے رسم و رواج میں ہوتا ہے۔

پَرانا کے رسوم ورواج کے متعلق تو معلوم ہی ہے کہ ایک لمبی مدت تک بغیر کھائے پیئے ایک خاص وضع میں بیٹھے رہنا ہوتا ہے۔

گھنٹوں بغیر کھائے پیئے ایک خاص حالت میں اس طرح ساکن بیٹھے رہنے سے گزرتے وقت کے ساتھ گلکوز کی کمی کی وجہ سے دماغی خانوں میں خلل پیدا



ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے اینڈروفین نامی ہارمون غیر منضبط طور پر خارج ہونے لگتا ہے، نتیجے کے طور پر ایسا واہمہ ہونے لگتا ہے جو حقیقت معلوم ہوتا ہے۔[1]

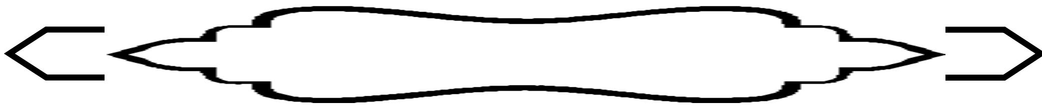
لہذا ہندو زاہد وعابد (پنڈت/سادھو) لوگوں کا جو نظریہ ہے یا جو کچھ انہوں نے پُرانوں میں درج کیا ہے وہ سب لگ بھگ واہمہ ہی ہے یا دماغی توازن بگڑنے کا نتیجہ ہے۔

یہ بات جدید علمی حقائق سے ثابت ہے، کیونکہ حیاتاتی ٹیکنالوجی کی امریکی نیشنل میڈیکل ریسرچ سنٹر(کی ویب سائٹ)، جو کہ ایک حکومتی ویب سائٹ ہے اور یہ دنیا کے سب سے بڑے طبی تحقیقی مراجع میں سے ایک ہے)، اس کے مطابق لمبی مدت تک اس حالت میں رہنے سے خون میں گلوکوز کی کمی کی وجہ سے واہمہ ہونے لگتا ہے۔[2]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’جب بے علم عابد پرہیزگاری اختیار کرتا ہے، دنیا سے الگ تھلگ ہوجاتا ہے، فاقہ کشی کرتا ہے اور گوشت اور پھلوں کے بجائے نمک روٹی پر اکتفا کرنے لگتا ہے تو وہ نفسانی وسوسوں کا شکار ہوجاتا ہے اور شیطان اس کے باطن

1) https://www.ncbi.nlm.nih.gov/pubmed/8931651 (یہ حیاتاتی ٹیکنالوجی کی امریکی نیشنل میڈیکل ریسرچ سنٹر کی ویب سائٹ ہے، یہ ایک حکومتی ویب سائٹ ہے اور یہ دنیا کے سب سے بڑے طبی تحقیقی مراجع میں سے ایک ہے)۔

2) سابقہ حوالہ۔



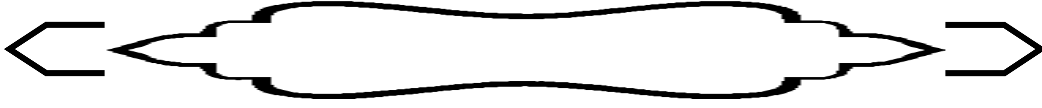
میں جگہ بنا لیتا ہے، پس وہ یہ سوچنے لگتا ہے کہ اس نے (اللہ تک) رسائی پالی، اسے اللہ کی جانب سے خطاب کیا جانے لگا اور وہ بہت بلندی پر پہنچ گیا، چنانچہ شیطان اس پر حاوی ہوجاتا ہے اور اسے اپنے وسوسوں کے گھیرے میں لے لیتا ہے‘‘۔[1]

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس طرح کی نفس کشی اور اس طور پر جان پر سختی کرنے سے خبردار کیا ہے۔

کیونکہ نفس پر اس طرح کی سختی، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، ذہنی فتور اور فسادِ دین کا باعث ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ’’تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں‘‘؟ سورة الأعراف ﴿۳۲﴾ ۔ اور نبی اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی جانوں پر سختی مت کرو ورنہ تم پر سختی کی جائے گی، بلاشبہ کئی قوموں نے اپنی جانوں پر سختیاں کیں تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی، جنگلوں میں معبدوں کے اندر اور گرجا گھروں میں انہی کے بقایا لوگ ہیں ’’ ان لوگوں نے رہبانیت اختیار کر لی ، یہ بدعت

[1]) سير أعلام النبلاء، ترجمة أحمد ابن أبي الحواري، د.فوز كردي کی ویب سائٹ سے منقول۔



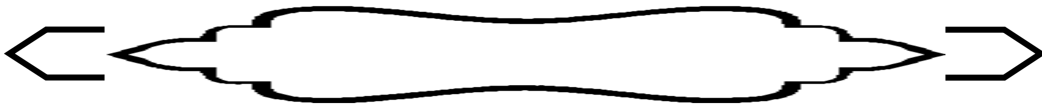
انہوں نے نکالی ہے ، ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا۔‘‘ سورة الحديد﴿27﴾ "۔[2]

اسی تشدد نے اُس واہمے کو جنم دیا جس کی وجہ سے وید مخالف ان تصورات کا ظہور ہوا اور آج انہیں ہندو مت کی بنیادی اصول کی حیثیت حاصل ہے۔

اس کے بالمقابل اگر ہم حقیقی معجزوں کو دیکھیں جن کے ذریعے اللہ اپنے نبیوں کی تائید کرتا ہے تو یہ معلوم ہوگا کہ یہ معجزے یک لخت بغیر کسی سابقہ تیاری کے ظاہر ہوتے ہیں اور لوگ جنہیں اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتے اور مشاہدہ کرتے ہیں، نیز کسی انسان کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ اس جیسا معجزہ پیش کرسکے۔

یہی فرق ہے انبیا اور ہندو زاہدوں(پنڈتوں/سادھوؤں) کی خبروں میں۔

2) سنن أبي داود، ح: 4904، حديث کا درجہ : صحيح ہے۔



۸- ہندو حضرات کائنات کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

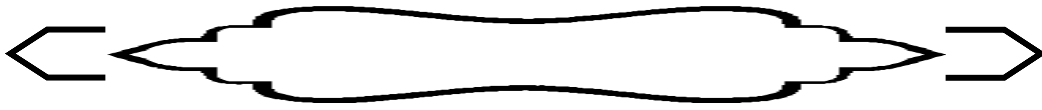
ہندوانہ فلسفوں کے مطابق کائنات ٹوٹنے پھوٹنے کے قریب ہے، اس کے بعد یہ دوبارہ ظہور پذیر ہوگی، اور یہ طریقہ ایسے ہی ہمیشگی کے ساتھ جاری رہےگا۔

ایسا اس اعتبار سے کہ کائنات از سر نوع بنے گی پھر ٹوٹ پھوٹ جائے گی اور پھر سے دوبارہ بن جائے گی، اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہےگا۔

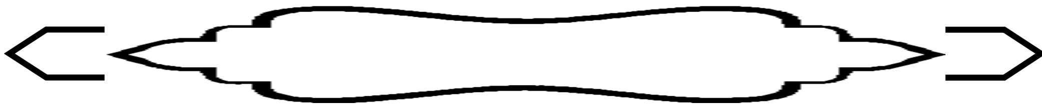
کائنات کے متعلق یہ تصور کہ یہ ٹوٹتی بنتی رہتی ہے، ایک علمی خطا ہے۔

لہذا سائنسی حقائق کے مطابق اس کائنات سے پہلے کسی کائنات کا وجود نہیں تھا بلکہ یہ بغیر کسی سابق مثال کے پیدا کی گئی ہے۔

یہی مسلمانوں کا عقیدہ ہے جس کی خبر آج سے 1400 سال قبل ایک ایسے شخص نے دی تھی جو چند روپیوں پر اہل مکہ کی بکریاں چراتا تھا، انہیں محمد بن عبداللہ ﷺ کہا جاتا ہے جو اللہ کے رسول اور پیغمبر اسلام ہیں، اللہ رب العالمین نے انہیں بذریعہ وحی یہ خبر دے دی تھی کہ یہ کائنات بغیر کسی مثال سابق کے معرض وجود میں لائی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ’’ وہ زمین اور آسمانوں کا ابتداءً پیدا کرنے والا ہے، وہ جس کام کو کرنا چاہے کہہ



دیتــا ہے کہ ہوجــا، بس وہ ہوجاتــا ہے‘‘ سـورۃ البقرۃ (117)



۹- ہندو مت میں انسانی جسم کن چیزوں سے تشکیل پاتا ہے؟

ہندو مت میں جسم انسانی پانچ عناصر کی قوت سے تشکیل پاتا ہے: پانی، زمین، ہوا، آگ اور خلا۔

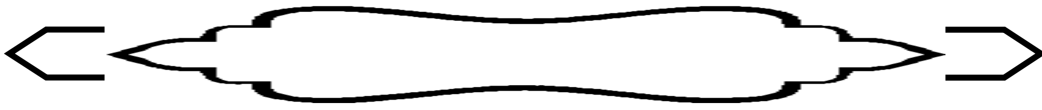
یہ پوری کائنات اور اس میں جو کچھ ہے سب انہی پانچ عناصر سے بنا ہے۔

ان پانچ عناصر میں سے ہر ایک عنصر کے بالمقابل ایک ستارہ موجود ہے، چنانچہ مریخ ناری ہے اور زحل زمینی، اور انسانی جسم میں جتنے اعضا ہیں ان کے بالمقابل بھی ان عناصر خمسہ میں سے کوئی نہ کوئی عنصر موجود ہے،چنانچہ تِلّی زمینی اور دل ناری ہے۔

اور تمام موجودات حتی کہ وقت اور زمانہ بھی عناصر خمسہ کے مطابق ترتیب پاتا ہے، نیز ان کے نزدیک ہر بیماری انہی عناصر خمسہ کے توازن میں خلل کی وجہ سے آتی ہے۔

عناصر خمسہ کا نظریہ پرانہ Prana کی بدولت پھیلا جس سے ایسی رسمیں مراد ہوتی ہیں جن میں فاقہ کشی کی جاتی ہے اور گھنٹوں بالکل خاموشی اور سکون کے ساتھ(دھیان لگا کر) بیٹھے رہا جاتا ہے۔

اور صد افسوس کہ دنیا میں عناصر خمسہ کا نظریہ پھیل گیا اور اس کی بنیاد پر توانائی کے ذریعہ علاج کے کئی علوم مرتب ہوگئے۔



لہذا توانـــــــــــــــــائی کے ذریعے علاج کے علوم،مائیکروبایوٹیک، فینگ شوئی اور رنگوں کے ذریعے علاج وغیرہ کی بنیاد انہی عناصر پر قائم ہے۔

چنانچہ ان کے نزدیک ان پانچ عناصر کا اہتمام رزق وروزی میں فراوانی اور شر وبرائی کو دور کرنے کا باعث ہے۔

بلکہ آج کل ہندو عبادت گاہوں(مندروں) میں ان عناصر خمسہ کے توازن کو برقرار رکھنے کے لئے یہ کہہ کر مالش کیا اور کروایا جاتا ہے کہ ایسا کرنا بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔

جبکہ عناصر خمسہ کے اس نظریہ کی کوئی علمی بنیاد نہیں ہے۔

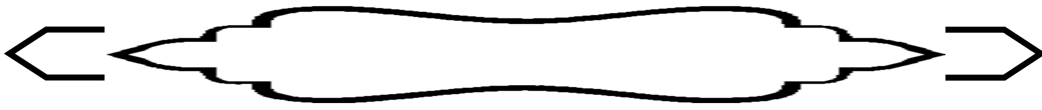
اور نہ اس کا فزکس اور طب سے ہی کوئی تعلق ہے۔

بلکہ جدید علم کے مطابق یہ اور اس سے متعلق دوسری کارکردگیاں سراپا خرافات، وہم ، دجل اورفریب ہیں۔

لہذا عناصر خمسہ کے اس نظریہ کو جعلی علم قرار دیا جاچکا ہے۔[1]

---

(1) "Energy – (according to New Age thinking)", The Skeptic's Dictionary, 2011-12-19۔



نیز اس سے مرتبط دیگر نظام ہائے پر بھی یہ حکم لگ چکا ہے کہ یہ فقط وہم وخیال ہیں۔[2]

ممکن ہے کہ عناصر خمسہ کا نظریہ بھی تسلسلِ ولادت اور نقل ارواح کے نظریوں کی طرح کسی پنڈت/سادھو کے دماغ میں آگیا ہوگا،جبکہ سائنسی عقلی اور منطقی اعتبار سے اس پر کوئی دلیل وارد نہیں ہے۔

لہذا یہ فقط ایک خیالی فکرہ ہے۔

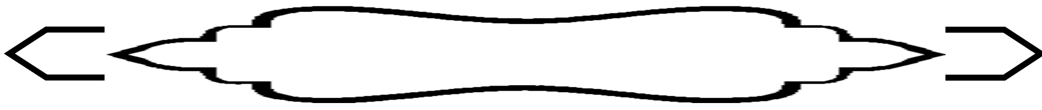
اور مشکل یہ ہے کہ ان تمام نظریوں پر عمل کرنا اور ان کو انجام دینا محض بُت پرستانہ طلسماتی عمل ہے اور ستاروں، مختلف شکلوں، مختلف نشانات، مختلف رنگوں اور تعویذات سے تعلق جوڑنا ہے جس پر اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری ہے۔[2]

جدید علوم سے پہلے ہی اسلام نے عناصر خمسہ سے مرتبط کارکردگیوں سے ہمیں متنبہ کردیا تھا، کیونکہ ان اعمال کی انجام دہی، صحیح علاج کروانے میں تاخیر، انسان کو حقیقی دنیا کے بالمقابل اوہام میں زندگی گزارنے اور انسان کو غیر اللہ سے جوڑنے کا سبب ہے،یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ان کے متعلق سخت تنبیہ کی ہے، چنانچہ حدیث قدسی میں اللہ فرماتا ہے:

---

(2) Some Notes on Wilhelm Reich, M.D"," Quackwatch.org, 15-02-2002۔

(2) میں نے ایک مستقل کتاب میں توانائی کے ذریعہ علاج کے مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو کی ہے جس کا عنوان یہ ہے: روحانی الحاد۔



"میرے کچھ بندوں نے ایمان کی حالت میں صبح کی اور کچھ نے کفر کی حالت میں۔ جس نے کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان لایا نیز نچھتروں کی (تاثیر) کا انکار کیا، اور جس نے کہا کہ ہم پر یہ بارش فلان نچھتر کے اثر سے ہوئی ہے وہ میرا منکر ہوا اور نچھتروں (کی تاثیر) پر ایمان لایا۔"[1]

لہذا جو شخص ستاروں اور انسانی زندگیوں پر ان کی تاثیر اور رزق کے حصول میں ان کی دخل اندازی پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اللہ کے ساتھ کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور جو اللہ پر ایمان لانے والا ہے وہ انسانی تقدیر پر ان ستاروں کی دخل اندازی کا انکاری ہے۔

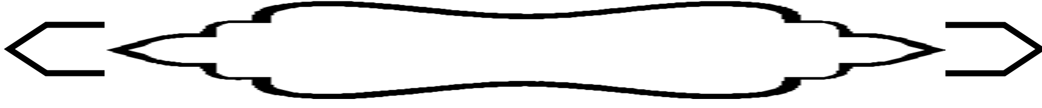
نیز نبی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے : جھاڑ پھونک تعویذ اور ٹوٹکے سب شرک ہیں۔[2]

یہی وجہ ہے کہ مسلمان عناصر خمسہ، طلسمات اور ان سے مرتبط تعویذات کی خرافاتی تاثیر پر ایمان نہیں لاتا۔

بلکہ اسلام تو یہ کہتا ہے کہ عناصر خمسہ سے مرتبط ہندوانہ طلسمی اشیا واشکال اور انرجی پینڈولم وغیرہ بنانا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ طلسمی اشیا نفع

1) صحیح مسلم، ح:71۔

2) صحیح الجامع، ح: 1632۔



ونقصان کا سبب ہیں، اللہ کے ساتھ عین شرک وکفر ہے۔

نبی ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں پیتل کا حلقہ (چھلا یاکڑا) دیکھا تو فرمایا: ’’یہ حلقہ کیسا ہے ؟‘‘ اس نے کہا : یہ کمزوری کی بیماری کی وجہ سے ہے،آپ نے فرمایا: اس سے تیری کمزوری میں اضافہ ہی ہوگا، اسے اتار دے کیونکہ اگر تو مرگیا اور یہ تیرے جسم میں رہ گیا تو تُو اسی کے حوالے کردیا جائےگا‘‘۔[1]

اور ایک روایت میں ہے : ’’اگر تو مرگیا اور یہ تیرے جسم میں رہ گیا تو تُو کبھی کامیاب نہیں ہوسکےگا‘‘۔[2]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’ ایسی طلسمی اشیا بنانا جن سے نفع کے حصول اور تکلیفوں کے دور ہونے کا اعتقاد رکھا جائے یہی تو شرک اکبر ہے‘‘۔[3]

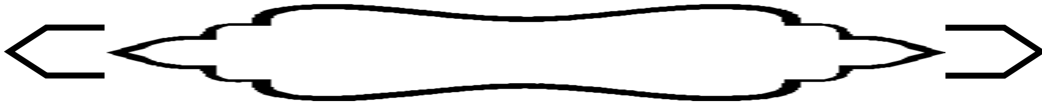
بالکل اسی عقیدے کو بھگوت گیتا Bhagavad Gītā □□□□□□□□ بھی بیان کرتا ہے، چنانچہ اس میں ہے: ’’جو دیگر معبودوں کی عبادت کرتے ہیں وہ انہیں کو حاصل کرسکیں گے، جو اپنے اسلاف (آبا واجداد) کو پوجتے ہیں انہیں ان کے اسلاف ہی حاصل ہوں گے، جو

---

1) صحیح ابن حبان، ح:6085۔

2) صحیح ہے الہیثمی المکی کی روایت سے،الزواجر، م1 ص166۔

3) مجموع الفتاوی، م9ص34۔



شیطان کی پوجا کرتے ہیں انہیں شیطان ہی ملےگا اور جو میری عبادت کرتے ہیں وہ مجھے حاصل کرلیں گے‘‘۔(1)

لہذا جو کوئی اللہ کے علاوہ ان طلسمی اشیا سے اپنا تعلق جوڑتا ہے ، درحقیقت وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والا ہے۔

اور ویدوں کے مطابق ایسے شخص کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے جہنم ہے، چنانچہ یجر وید میں ہے: ’’ جو اللہ کے علاوہ مصنوعی چیزوں کی عبادت کرےگا، وہ تاریکیوں میں ڈوبے گا اور مدتوں آگ کا عذاب چکھےگا‘‘۔(2)

اللہ رب العالمین کا فرمان ہے: ’’بات یہ ہے کہ سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہے‘‘ (سورہ الرعد ۳۱)۔

اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’جب تم سوال کرو تو اللہ ہی سے سوال کرو اور جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ ہی سے مدد طلب کرو‘‘۔[3]

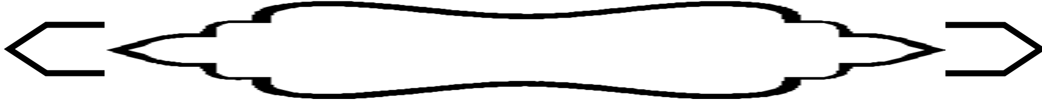
یہی وجہ ہے کہ مسلمان عناصر خمسہ، ستاروں، طلسمات اور تعویذات کی خرافاتی تاثیر کی تصدیق نہیں کرتا ہے بلکہ اس کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ یہ عین

---

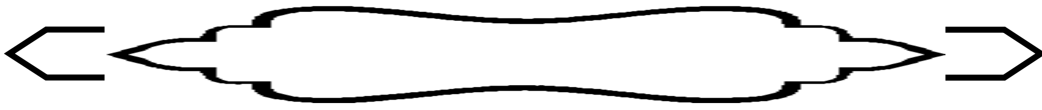
1) بھگوت گیتا، 9-25۔

2) یجر وید، سوکت:40، منتر:9۔

3) سنن الترمذي، ح:2516، صحيح۔



بُت پرستی، گمراہی، دجل، اور خرافات کی چیزیں ہیں۔



١٠- ہندو معاشرہ کی شکل وصورت کیسی ہوتی ہے؟

ہندو معاشرہ نظریہ تناسخ ارواح اور کَرما پر ایمان رکھنے کی وجہ سے لا محالہ ایک طبقاتی معاشرہ ہوتا ہے۔

اور یہ اس طرح کہ (ان کے عقیدے کے مطابق) برائی وبگاڑ والا انسان اپنی دوسری پیدائش میں اپنے سابقہ طبقہ سے نچلےطبقہ میں پیدا ہوگا۔

یعنی مصیبت زدہ شخص اپنی تکلیفوں کا مستحق ہوگا۔

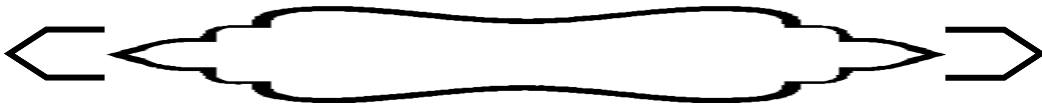
اور یہ تو بڑی سختی کے ساتھ فقرا اور مصیبت زدہ لوگوں کو ظلم واستبداد کا نشانہ بنانا اور ان سے لاپرواہی برتنا ہوا، یقینا یہ ظلم واستبداد کے ساتھ بڑے بہ تکلفانہ تعلقات قائم کرلینا قرار پائے گا۔

ہندو دھرم میں انسان چار طبقات میں منقسم ہیں:

- بَرہمَن: اس میں گرو اور کاہن لوگ آتے ہیںَ

-چھتری: اس میں جنگجو اور بادشاہ حضرات آتے ہیں۔

-ویش: اس میں کاشت کار اور تاجر حضرات آتے ہیں۔



-شودر: اس میں مزدور طبقہ اور نوکر چاکر قسم کے لوگ آتے ہیں۔

ان میں شودر طبقے والے اچھوت لوگ سب سے نچلے طبقے کے ہیں جو، ان کے مطابق، گندے اور ناپاک قسم کے اعمال انجام دیتے ہیں، جیسے صاف صفائی اور خدمت گزاری وغیرہ۔

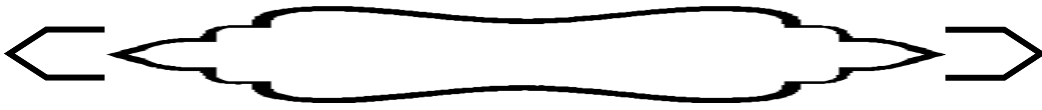
اور ہر انسان کا طبقہ اس کے کام، اس کے لباس اور اس کے کھانے پینے کا معیار طے کرتا ہے۔

نیز شادیاں بھی ایک ہی طبقے کے دائرے میں کی جاسکتی ہیں۔

لہذا جس طبقے میں انسان پیدا ہوتا ہے اسے لا محالہ اپنی موت تک اسی طبقے کی طرف منسوب ہونا پڑتا ہے۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا؛ یہ طبقاتی تصور دراصل عقیدۂ تناسخ ارواح اور عقیدہ کَرما-جزا وسزا کے نظام-پر ایمان لانے کی بنیاد پر پیدا ہوا ہے، لہذا شودر طبقہ اچھوت ہوا کیونکہ یقینی طور پر یہ لوگ پچھلی ولادت(زندگی) میں گنہگار لوگ تھے اسی لئے اس طبقہ میں پیدا ہوئے ہیں۔

یہ ایسا باطل اور تشویشناک تصور ہے جو زندگی کو مکمل طور پر برباد کردیتا ہے، لہذا اس تصور کی بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اچھوت قسم کے



لوگوں کی مدد ونصرت، عقیدہ کَرما کی بے حُرمتی کرنے کے مترادف ہے۔

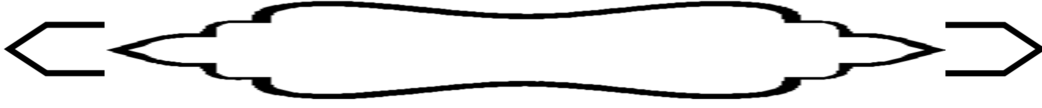
یہ درحقیقت پسماندگی، ظلم وبربریت، ذات پات کے نظام اور سرکشی ونافرمانی کے ساتھ ایک طرح کی مصالحت ہے۔

تناسخ ارواح اور کَرما کے فلسفوں نے ہی اس طبقاتی نظام کو وجود بخشا ہے اور انہی دونوں چیزوں کے نتیجے میں ایسے مسکین، مریض اور کمزور قسم کے لوگوں کے متعلق یہ غلط وباطل تصور پیدا ہوا ہے جن کے بس میں کچھ نہیں ہوتا۔

لہذا ہندو دھرم نے ان لوگوں کا تعاون اور ان کے لئے مدد کا ہاتھ بڑھانے کا موقع گنوادیا۔

ہندو مت کا یہ نظریہ اُس فطرت انسانی کے خلاف ہے جو کمزوروں، مسکینوں اور بیماروں کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آنے پر ابھارتا ہے، نیز ان کی مدد کرنے اور ان کی تکلیفوں اور پریشانیوں کو دور کرنے کی ذمہ داری کا احساس بھی کرواتا ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ ہندو حضرات ایمان بالیوم الآخر کے عقیدے سے اتنے دور کیسے ہوگئے جو ویدوں میں بھی لکھا ہوا موجود ہے، (ایمان بالیوم الآخر)یہ ایسا عقیدہ ہے جس سے انسانی زندگی سدھرتی ہے اور انسان کا دنیا کو دیکھنے کا نظریہ درست ہوتا ہے، چنانچہ انسان کا حساب وکتاب آخرت میں اللہ کے



سامنے ہونا طے ہے اور ہر انسان گناہوں سے پاک وصاف پیدا ہوتا ہے، نیز مصیبت زدہ لوگوں کی جانب نصرت ومدد کا ہاتھ بڑھانا، اللہ کے یہاں انسان کی قدر ومنزلت میں اضافہ کرتا ہے۔

ان دونوں نظریوں میں سے کونسا نظریہ انسان اور فطرت انسانی کے لئے زیادہ بہتر اور اس سے قریب تر ہے؟

کَرما کا فلسفہ یا ویدوں کا بیان کردہ عقیدہ؟

رِگ وید میں ہے: ’’اے اللہ تو نیک انسان کو بہترین بدلہ عطا کرتا ہے‘‘۔[1]

اسی میں ایک دوسری جگہ ہے: ’’ہمیشہ کے لئے مجھے ایسی جگہ بھیج دیجیے جہاں عیش وعشرت کی تمام تر قسمیں ودیعت کی گئی ہیں اور جہاں انسان جس چیز کی آرزو کرے اسے عطا کیا جاتا ہے‘‘۔[2]

یہ ہے ویدوں کا بیان کردہ عقیدہ۔

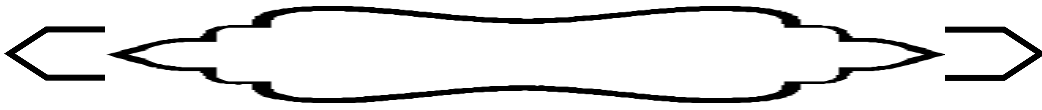
کہ ایک جنت ہے جہاں نیکوکاروں کو نعمتوں سے نوازا جائےگا۔

اور ویدوں کے مطابق گنہگاروں کے لئے عذاب بھی تیار کیا گیا ہے۔

---

1) رِگ وید، مندل: 1، سوکت: 1، منتر:6۔

2) رِگ وید، مندل: 9، سوکت: 113، منتر: 9-11۔



رِگ وید میں ہے: ’’وہ بہ انتہا گہری جگہ ہے جسے گنہگاروں کے لئے بنایا گیا ہے‘‘۔[3]

لہذا کہاں یہ جگہیں اور کہاں تکرار ولادت اور تناسخ ارواح کا نظریہ؟

فلسفہ کَرما میں گنہگاروں کے لئے تیار کردہ اس انتہائی گہری جگہ کا ذکر کہاں ہے؟

یعنی من جملہ؛ کَرما کا فلسفہ ایک انسانی اختراع اور ویدوں کی روح کے خلاف ایک نظریہ ہے۔

تمام انبیا کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ یوم آخر(قیامت کے دن)، جنت وجہنم، اور اس بات پر ایمان لایا جائے کہ انسان گناہوں سے پاک وصاف پیدا ہوتا ہے۔

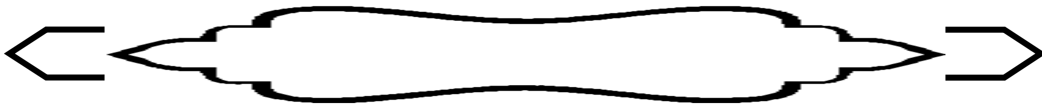
یہی عقیدہ فطرت کے مطابق ہے اور ظلم وبربریت، پسماندگی، ذات پات کے نظام اور سرکشی ونافرمانی کے خلاف محاذ آرائی بھی کرتا ہے۔

لہذا دینِ انبیا، انسان کو ارتقا بخشنے کی کوشش کرتا ہے اور تمام لوگوں کو یکساں قرار دینے کی جانب دعوت دیتا ہے۔

چنانچہ اسلام میں انسان کو اس کی ذات وقبیلہ، اس کی شکل وصورت، اس کی صحت مندی یا اس کی مالی حالت کے اعتبار سے اہمیت نہیں ملتی بلکہ اسلام میں انسان کی قدر ومنزلت اس کے نیک اعمال کے بقدر ہوتی ہے۔

---

3) رِگ وید، مندل: 4، سوکت: 5، منتر: 5۔



اسلام تمام لوگوں کو آگے بڑھ کر ارتقا کے منازل طے کرنے اور حسب ونسب کو خاطر میں نہ لانے کی دعوت دیتا ہے۔

بلکہ بڑی سختی کے ساتھ چھوت چھات اور طبقاتی نظریہ کی مطلقا تردید کرتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ’’اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو؛ کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں سب سے زیادہ لائق تکریم وہ ہے جو سب سے زیادہ تقوی والا ہے، یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے‘‘۔ سورة الحجرات ﴿۱۳﴾ ۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس کے عمل نے اسے (خیر کے حصول میں) سست رکھا ہو، اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔‘‘[1]

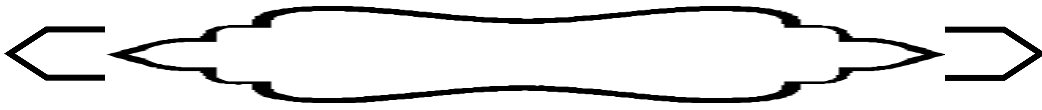
رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ’’ (ایسا نہ ہو کہ)لوگ میرے پاس اپنے اعمال کے ساتھ حاضر ہوں اور تم اپنے نسبوں کے ساتھ‘‘۔[2]

چنانچہ اسلام میں حسب ونسب کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہے۔

---

[1]) صحیح مسلم، ح:2699۔

[2]) امام وادعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الصحیح المسند (ح: 1426) میں حسن قرار دیا ہے۔



رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ’’اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے جد امجد ایک ہیں، غور سے سنو! کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت وفوقیت نہیں، نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر اور نہ کسی گورے کو کسی کالے پر فضیلت حاصل ہے مگر تقویٰ کی بنیاد پر‘‘ ۔[1] نیزآپ صلی الله علیه وسلم فرمایا: ’’مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ تمہیں انہی کمزور ونادار لوگوں کی بدولت رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے‘‘۔ [2]

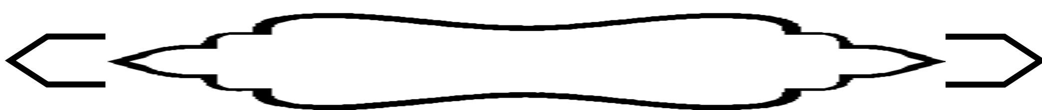
کمزور ونادار لوگوں کے متعلق اس نظریہ کو دیکھیے کہ ’’مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ تمہیں انہی کمزور ونادار لوگوں کی بدولت رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے‘‘، اور ان کے متعلق ہندوؤں کے نظریہ کو دیکھیے۔

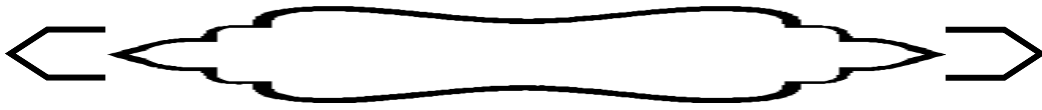
فقرا اور ضعیف ومسکین لوگوں کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آنے کی خصلت کو نفس انسانی (فطرت انسانی) میں جاگزیں کیا گیا ہے اس کے باوجود موجودہ ہندو دھرم کا اس فطرت کی مخالفت کرنا واقعی ایک بحران ہے۔

---

[1]) اس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے اور یہ صحیح حدیث ہے،دیکھئے: السلسلة الصحيحة، ح:2700۔

[2]) سنن ابي داود،ترمذي اور اس حدیث کو امام البانی نے صحیح الجامع اور صحیح ابي داود، ح:2594 میں صحیح قرار دیا ہے۔





۱۱- کیا حقیقتاً ہندو حضرات گائے کو مقدس مانتے ہیں؟

ہندو مت میں گائے کو ایک خاص تقدس حاصل ہے کیونکہ وہ حاجت روائی کا مرجع مانی جاتی ہے، اور یہاں ایک اور مسئلہ ہے اور وہ یہ کہ موجودہ ہندو مت میں یہ تصور ہے کہ معبود اپنی مخلوقات میں حلول کرجاتا ہے جن میں گائے بھی شامل ہے، اسے وحدۃ الوجود کا فلسفہ کہاجاتا ہے،اور ہندو مت میں مختلف طریقوں سے گائے کی تقدیس کی جاتی ہے۔

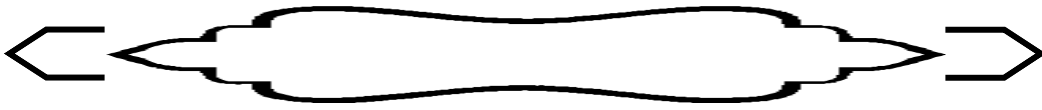
اور ہمیشہ ہندوستان کے مختلف گوشوں میں گائے (کی تقدیس) کے لئے تسلسل کے ساتھ خصوصی محفلیں سجائی جاتی ہیں۔[1]

اس کے بالمقابل وید اللہ کو ہر عیب سے منزہ قرار دیتے ہیں اور ہر چیز اور تمام مخلوقات پر اس کی عظمت کو ثابت کرتے ہیں۔

رِگ وید میں ہے: ’’ میں ہی وہ اللہ ہوں جو ہر چیز سے پہلے موجود تھا اور میں ہی تمام کائنات کا مالک ہوں، میں ہی حقیقتاً نعمتوں سے نوازنے والا ہوں اور تمام نعمتوں پر مجھے ہی مکمل اختیار حاصل ہے، لہذا ہر روح پر واجب ہے کہ استعانت ومدد کے لئے مجھے ہی پُکاریں‘‘۔[2]

1) أسطورة البقرة المقدسة، دوجندر ناراين (غير مترجم)۔

2) رِگ وید، مندل: 10، سوکت:48، منتر:1۔



نظریہ وحدۃ الوجود کی نفی میں یہ دلیل روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، لہذا وہ اللہ ہی ہے جو اس کائنات کا خالق ہے، نیز وہ اس کائنات سے جُدا ہے۔

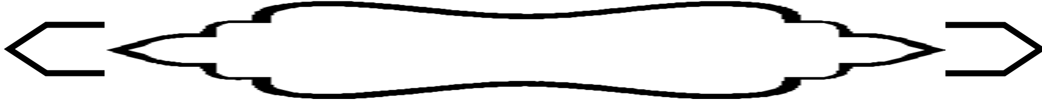
اور اس دلیل میں مادی دنیا کی تقدیس اور مخلوقات سے مدد طلب کرنے پر بھی تنبیہ کی گئی ہے، لہذا اس اللہ کے علاوہ جو گائے اور ہر چیز کا خالق ہے کسی اور سے مدد طلب نہیں کی جاسکتی۔

صرف ایک اللہ کے آگے سر تسلیم خَم کرنا اسلامی عقیدہ کی اصل روح ہے۔

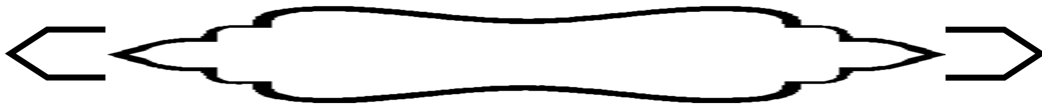
چنانچہ اسلام یہ کہتا ہے کہ بشمول گائے ہمارے گرد ونواح کی تمام چیزیں جنہیں اللہ نے اپنے فضل وکرم سے پیدا کیا ہے، وہ سب کی سب ہمارے لئے مسخر کردی گئی ہیں، اللہ تعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ’’ اور آسمان وزمین کی ہر ہر چیز کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے تابع کر دیا ہے،جو غور کریں یقیناً وہ اس میں بہت سی نشانیاں پالیں گے‘‘۔ سورة الجاثية (۱۳) ۔

یہی اسلامی عقیدہ ہے اور یہی فطرت انسانی بھی ہے۔

لہذا ہندو حضرات اسلام قبول کئے بغیر وید کی تعلیمات مثلا اللہ کی توحید اور اس کی مکمل فرمانبرداری کی جانب نہیں لوٹ سکتے، کیونکہ اسلام ہی وہ دین ہے جو ویدوں میں باقی ماندہ حق کی بابت



گفتگو کرتا ہے اور انسان کی غلطیـوں کـو سـدھارتا ہے، نـیز وحی الہی میں کی گـئی انسـانی تحریفـات کی نفی وتردید کرتا ہے۔



۱۲- لیکن ہندو مت میں عفت وعصمت کی حفاظت اور گناہوں سے دوری اختیار کرنے کی ترغیب بھی بکثرت موجود ہے، کیا یہ ان کی ایک امتیازی خصوصیت نہیں ہے؟

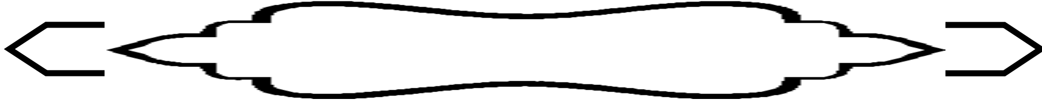
میں نے پہلے ہی ہندو مت میں موجود (گناہوں سے دوری اختیار کرنے پر) حد سے زائد تشدد اور سختی کے مسئلے کی جانب اشارہ کیا ہے لیکن یہاں میں جو بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ گناہ ومعصیت کی انجام دہی پر پچھتاوا اور اس پر ضمیر کی ملامت تو فطری چیزیں ہیں جن کا تعلق اوامر الٰہیہ سے ہے۔

چونکہ ہم اوامر الٰہیہ کے مکلف ہیں اس لئے کسی بھی نافرمانی پر ہمارا ضمیر ہمیں ملامت کرتا ہے۔

یہ تو فطری چیز ہے،قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ’’اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے‘‘۔ سورة الروم (۳۰)

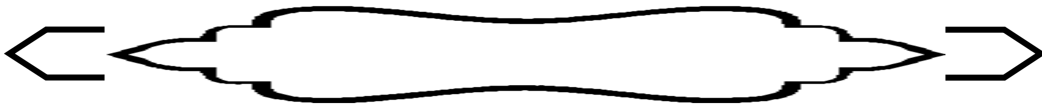
اسی فطرت کی بنیاد پر انسان اخلاقی اقدار اور حق کی مخالفت پر نفس کی ملامت کا احساس کرتا ہے۔

اور اللہ تعالی نے اپنے آخری پیغام یعنی شریعت اسلامیہ میں اخلاقی اقدار اور حق کی مخالفت ہوجانے پر توبہ واستغفار کرنے کی جانب بھی رہنمائی کی ہے اور ظلماً غصب کردہ اشیا کو اس کے اصل مالک کی



جانب لوٹادینے کا حکم بھی دیا ہے،اور اللہ تعالی اسی طرح گناہوں کو معاف کرتا ہے۔

لیکن ہندو مت میں گناہوں سے نمٹنے کا ایک دوسرا طریقہ ہے اور وہ نفس پر ضرورت سے زیادہ دباؤ ہے،ساتھ ہی ساتھ متعدد اعمال، مراقبہ اور بے حرکت کرنے والے ایسے رسوم ورواج جس سے ان کو انجام دینے والا مکمل بے حرکت ہوجاتا ہے۔



١٣- لیکن کیا ہندو مت میں مکمل خاموشی کے ساتھ مراقبوں میں بیٹھنا نئی چیزیں نہیں ہیں؟

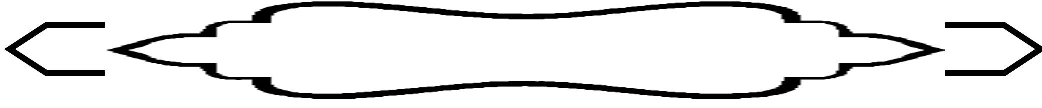
ہندو مت میں مراقبہ جیسا کہ یوگا سیشنوں میں ہوتا ہے، جو کہ بعد میں وجود میں آئے پرانا فلسفہ میں ظاہر ہوا ہے، جبکہ یہ نہ اللہ کی مخلوقات اور اس کی حکمتوں میں غور وفکر ہے اور نہ اس کی تخلیق کی عمدگی اور اس کی بے شمار نعمتوں پر تدبر وتفکر ہے۔

ان کے نزدیک دھیان میں بیٹھنے سے مراد مکمل طور پر بے حرکت ہونا اور ذہن ودماغ کو ہر انتشار سے فارغ کرنا ہوتا ہے۔

لہذا یہ بالکل موت کی طرح سکون وخاموشی ہے جس میں دماغ غور وفکر کے عمل سے رُک جاتا ہے۔ Silence your Mind During Yoga ۔

عجیب وغریب طور پر جامد مراقبہ کا یہ عمل وید کے بعد کے زمانوں میں پیدا ہوا جس نے ان کے (ہندوؤں کے) افکار پر گہرا اثر ڈالا، نتیجتاً (انہیں) واہمے اور تخیلات ہونے لگے اور شیاطین نے ان کی عقلوں کے ساتھ کھلواڑ شروع کردیا۔

اور بعض لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ انہیں (پوشیدہ) معارف حاصل ہوگئے ہیں، جبکہ جو کچھ انہیں لگتا ہے وہ اُس واہمے سے زیادہ کچھ نہیں جو دماغی خانوں میں خلل، فاقہ کشی اور خاموشی کے



ساتھ دھیان میں بیٹھنے کا نتیجہ ہوتا ہے جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔[1]

لہذا لمبی خاموشی کے ساتھ مراقبہ کرنے اور سخت بھوک برداشت کرنے کے نتیجے میں اس طرح کا واہمہ ہونے لگتا ہے، اس بات کا اعتراف میکاو اَوسوی Mikao Usui نے بھی کیا ہے جو جامد مراقبہ کے مکاتب فکر کے سب سے مشہور بانیوں میں سے ایک ہے۔

وہ کہتا ہے کہ ایسا شخص کئی گھنٹے بھوک وپیاس سے محروم رہنے کی وجہ سے اپنی عقل وسمجھ کھو دیتا ہے اور واہمہ کا شکار ہوجاتا ہے، انہی لمحات میں اسے طرح طرح کے خیالات آنے لگتے ہیں۔[2]

امراض نفسیہ کے عالم دونوفان راکلیف Donovan Rawcliffe نے ایک مستقل مقالہ میں اس بات کی تائید وتاکید کی ہے کہ اس طرح کے عمل کے نتیجے میں جو خیالات آتے ہیں، ان میں اور واہمہ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی وہمی بیماری میں کوئی فرق نہیں ہے۔[3]

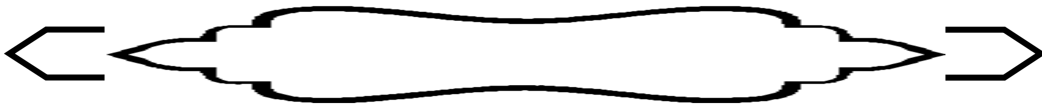
اس پر مستزاد یہ کہ یوگا میں اکثر جس طرح سے بیٹھا جاتا ہے وہ صحت کے اعتبار سے معیوب ہوتا ہے،

---

1) https://www.ncbi.nlm.nih.gov/pubmed/8931651

2) الريكي للمبتدئين، ديفيد إف فينلس، ص30-35، بحوالہ (التطبيقات المعاصرة لفلسفة الاستشفاء الشرقية، د.هيفاء بنت ناصر الرشيد)۔

3) Rawcliffe, Donovan, (1988), Occult and Supernatural phenomena, Dover Publications, p. 123



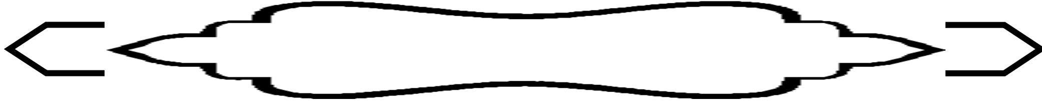
لمبی مدت تک اس کا عادی ہوجانا انسان کو اضطراب وتشویش میں مبتلا کردیتا ہے اور انسان، زمان ومکان کے ادراک کی صلاحیت کھودیتا ہے،نیز یہ انسان کے حافظہ کو کمزور کردیتا ہے اور بہت جلد زائمر کے مرض میں مبتلا ہونے کا خدشہ بھی رہتا ہے۔[1]

ان کارکردگیوں کی وجہ سے ہندو دھرم وید اور انبیا کی تعلیمات سے بہت دور ہوگیا ہے۔

اسلام نے اللہ کی مخلوقات میں تدبر وتفکر کی دعوت دی ہے، اور یہ ایسا تدبر وتفکر ہے جو نیکی، اطاعت، اللہ کا شکر اور زندگی میں تگ ودَو کرنے کا باعث ہے، یہ فقط عقل ودماغ کا رُک جانا نہیں ہے جس کے بعد بے حرکتی پیدا ہوتی ہے۔

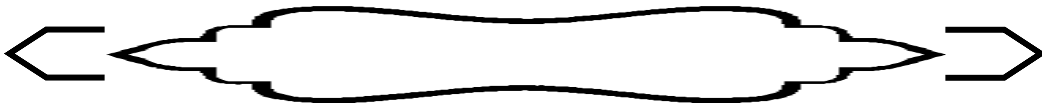
لہذا حقیقی تفکر وتدبر ہی اطاعت وفرمانبرداری اور انابت الی اللہ کا باعث ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے اس (سب کچھ) کو بے فائدہ نہیں بنایا، تو پاک ہے، پس تو ہمیں (قیامت کے دن) عذابِ دوزخ سے بچانا۔ سورۃ آل عمران ۔ ۱۹۱۔ ۔

1) An introduction to complementary medicine, Simon Borg Olivier, p.290 (بحوالہ : حركة العصر الجديد، د.هيفاء بنت ناصر الرشيد)۔



یہی وہ تفکر وتدبر ہے جسے اسلام لے کر آیا ہے اور یہی انسانی فطرت وطبعیت کے موافق ہے، نیز یہی اللہ کی بیش بہا نعمتوں پر شکر کرنے اور ان میں غور وفکر کرنے میں معاون ہے۔

جبکہ موجودہ ہندو دھرم کے جامد قسم کے مراقبہ درحقیقت شیطانی اڈے ہیں جہاں ان جامد مراقبوں کے درمیان شیاطین ان لوگوں کو کچھ بڑھاوا دےدیتے ہیں اور خواب اور کشف وغیرہ دکھا دیتے ہیں، نتیجتاً انہیں تکرار ولادت ، تناسخ ارواح، وحدۃ الوجود اور بُتوں میں معبود کے حلول کرنے کا خیال ونظریہ آنے لگتا ہے پھر ان خیالات کو ہندو سادھو وراہب اپنے مریدین کی جانب منتقل کردیتے ہیں، چنانچہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی گمرا کرتے ہیں۔



۱۴- بیابانوں میں جاکر دنیا سے منقطع ہوجانے میں کیا عیب ہے، جیسا کہ موجودہ ہندو مت میں ہوتا ہے؟

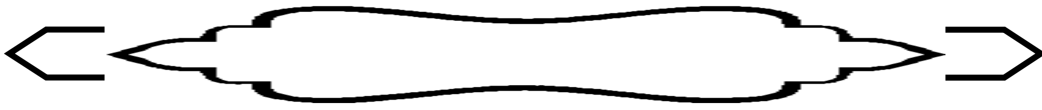
ہندو مذہب، شریعت اسلامیہ کی طرح شہوت انسانی اور ہوائے نفس کے خلاف بغرض اصلاح برسرپیکار نہیں ہے بلکہ ان کے یہاں یہ محاذ آرائی جسم انسانی کو جلا ڈالنے (عذاب میں مبتلا کرنے) کے قبیل سے ہے،موجودہ ہندو مذہب انسان کو رہبانیت اور ترک دنیا کی طرف کھینچتا ہے۔

کیونکہ ہندو مت کے مطابق ہوائے نفس سے اجتناب جسم سے تغافل کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

یہی وجہ ہے کہ موکش کے مطابق ہندو اپنے جسم کو متعفن اور بوسیدہ کرنے کے لئے ویرانے میں چلاجاتا ہے اور موت تک باقی زندگی بھیک مانگتے ہوئے گزارتا ہے۔

یہ ایسی تباہ کن خرابی ہے جو انسانیت، خاندان اور معاشرہ کو ہلاک کرکے رکھ دیتی ہے۔

جبکہ خاندان کی تشکیل کرنے، معاشرہ کی بنیاد رکھنے، زندگی میں تگ ودَو کرنے اور اس کو خوشگوار بناکے کے لئے یہ نفسانی خواہشات اور شہوت انسانی درحقیقت ربانی عطیہ ہیں۔



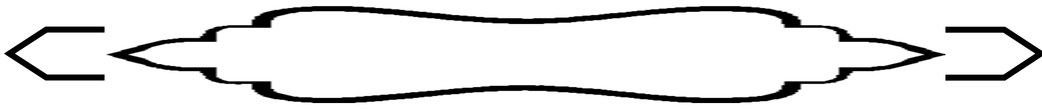
لہذا خواہشات نفسانی کی اصلاح کی جائے گی اور اسے فطرت کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جائے گی، نہ یہ کہ جسم کو ہی جلاڈالا جائے(عذاب دیا جائے)۔

تو کون ہے وہ جو یہ کہتا ہے کہ ہمارا مقصدِ وجود اسی میں پوشیدہ ہے کہ ہم کھانے کے لئے بھیک مانگیں اور مرتے دم تک اپنی باقی ماندہ زندگی ویرانوں میں گزاردیں؟

کون کہتا ہے کہ ہم اس دنیا میں اس لئے آئے ہیں تاکہ ایک زعفرانی ٹکڑا زیب تن کرکے، موت آنے تک دنیا سے کنارہ کشی اختیار کریں؟

معمولی سے معمولی کیڑے مکوڑے بھی اپنے وجود کی بقا، زمین کو آباد کرنے اور زندگی کی اصلاح کے معاملے میں ہم انسانوں سے زیادہ بیدار ہیں، آپ دیکھیں گے کہ شہد کی مکھیاں جھنڈ کی جھنڈ اپنی اور اپنی اولاد کی خیر وبھلائی کے لئے ایک نظام کے تحت تگ ودَو میں لگی رہتی ہیں، اسی طرح انتڑیوں میں پائے جانے والے باریک باریک بکٹیریا کو بھی آپ دیکھیں گے کہ کس طرح وہ انتظام وانصرام کے ساتھ رہتے ہیں اور خود بھی مستفید ہوتے ہیں اور انسانوں کے لئے بھی مفید ہوتے ہیں۔

لہذا بحیثیت مجموعی، زندگی جد وجہد اور اصولوں پر ہی چلتی ہے۔



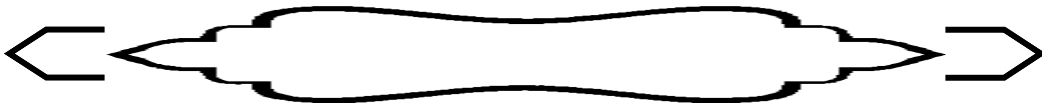
موجودہ ہندو مذہب، بے کاری، بے عملی اور بھیک مانگنے کی دعوت دیتا ہے، لہذا ہندو مذہب میں بھیک مانگنا ایک طرز زندگی بن گیا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ: ہندوؤں کا لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے اور پہاڑوں اور آبادی سے ہٹ کر دور دراز کے علاقوں میں جاکر بس جانے کا کیا مطلب ہے؟ لوگوں کو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا؟

یقینا دین حق اور صحیح طرز زندگی ہی میں سنجیدگی اور خیرخواہی ہے اور اس کی تعلیم یہ ہے کہ لوگوں سے مل جُل کر رہا جائے اور ان کی جانب سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبرکیا جائے، نہ یہ کہ ان سے الگ تھلگ ہوکر وادیوں اور ریگستانوں میں بس جایا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ’’جو مسلمان لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور ان سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے وہ اس مسلمان سے بہتر ہے جو نہ لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور نہ ہی ان کی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے‘‘۔[1]

[1] صحيح سنن الترمذي، ح: 2507۔



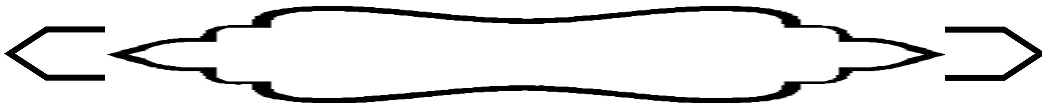
۱۵- شہوت نفسانی سے نمٹنے اور گناہوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟

شہوت اور نفسانی خواہشات سے نمٹنے کی بنیاد فطرت اور شریعت کی پاسداری پر ہے،اور مسلمان شہوت نفسانی کی اصلاح کا وہی طریقہ اختیار کرتا ہے جو طریقہ وحی الہی سے ثابت ہے۔

لہذا (اس کام کے لئے شریعت میں) صالحیت والے رشتہ ازدواج میں بدھنا، آنکھوں کوجھکائے رکھنا، خلوت وجلوت میں اللہ کا تقوی اختیار کرنا اور معصیت کے ارتکاب پر اللہ کی جانب سے عذاب کی وعید سنایا جانا وغیرہ طریقہ موجود ہیں۔

اور جب انسان سے غلطی ہوجائے اور وہ نفس کی کمزوری کا شکار ہوجائے تو اس کے لئے توبہ کا راستہ بھی موجود ہے۔

لیکن ہندو مت میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہندو شخص درجہ موکش تک رسائی حاصل کرنے کے لئے اپنی بیوی اور نوکری کو چھوڑ دیتا ہے، فٹ پاتھ اور ویرانوں میں سوتا ہے اور کھانے کے لئے بھیک مانگتے پھرتا ہے، اپنے جسم کو جلانے اور عذاب دینے کا یہ عمل اس کی موت تک جاری رہتا ہے، کیا نفس کی اصلاح کا یہ طریقہ معتدل ہے؟



ہندو سادھوؤں کی تعداد آج ہندوستان میں 50 لاکھ سے زائد ہے، یہ لوگ نہ صرف یہ کہ اپنے ماتحت افراد کے حقوق ضائع کرکے گنہگار بنتے ہیں بلکہ خود بھی نان ونفقہ کے مسئلہ میں دوسروں کے محتاج ہوتے ہیں۔

جبکہ اسلام نے نفس انسانی کی تہذیب واصلاح افضل اور محکم طریقہ سے کی ہے۔

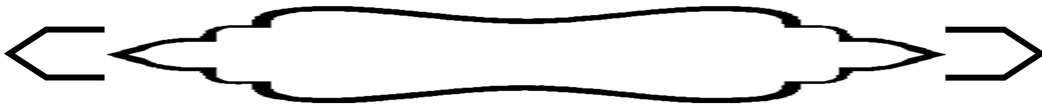
اسلام نے اپنے ماتحتی میں رہنے والے افراد کی حق تلفی کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ’’آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو جن کے اخراجات کی ذمہ داری اس کے اوپر ہے ضائع کر دے‘‘۔[1]

نیز اسلام نے نیک اعمال کی انجام دہی کو تہذیب واصلاح نفس کا ذریعہ قرار دیا ہے اور دنیا سے کنارہ کشی اختیار کئے بغیر شہوت نفسانی سے نمٹنے کا طریقہ بتایا ہے، لہذا اسلام میں ایک انسان معاشرہ کو تشکیل دےکر اس میں زندگی گزارتے ہوئے اللہ کے یہاں نجات حاصل کرسکتا ہے اور اس کے لئے ہندوؤں کی طرح اسے اپنے جسم کو عذاب دینے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ’’ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس

---

1) صحیح سنن أبي داود، ح: 1692، حدیث کا حکم: صحیح۔



کو خواہش سے روکا ہوگا‘‘ ﴿۴۰﴾ ’’تو اس کا ٹھکانہ جنت ہی ہے‘‘﴿41﴾ سورہ النازعات﴾

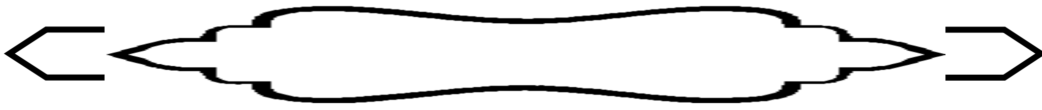
لہذا اللہ سے ڈرنا اور نیک اعمال کو انجام دینا ہی جنت کی جانب جانے والا راستہ ہے گرچہ آپ کسی محل میں ہی کیوں نہ رہتے ہوں۔

نفس کی اصلاح جسم کو عذاب دینے کو مستلزم نہیں ہے،اللہ کا فرمان ہے: {سو اس سے نہ ہو سکا کہ گھاٹی میں داخل ہوتا﴿۱۱﴾ اور کیا سمجھا ہے گھاٹی کیا ہے؟ ﴿۱۲﴾ کسی گردن(غلام، لونڈی) کو آزاد کرنا﴿ ۱۳﴾ یا بھوک والے دن کھانا کھلانا﴿14﴾ کسی رشتے دار یتیم کو ﴿۱۵﴾ یاخاکسار مسکین کو ﴿۱٦﴾ پھر ان لوگوں میں سے ہو جاتا جو ایمان لاتے اور ایک دوسرے کو صبر کی اور رحم کرنے کی وصیت کرتے ہیں۔ ﴿ 17﴾ یہی لوگ ہیں دائیں بازو والے (خوش بختی والے)﴿۱۸﴾} سورہ البلد﴾

یعنی جنت حاصل کرنے کے لئے بھی آپ کو غلام آزاد کرنا ہوگا، فقیروں کو کھانا کھلانا ہوگا، نیک اعمال انجام دینا ہوگا اور لوگوں کو خیر وبھلائی کی وصیت کرنی ہوگی۔

انہی چیزوں کی بدولت آپ نجات پاسکتے ہیں۔

لوگوں سے کنارہ کش ہوکر باقی ماندہ عمر بھیک مانگ کر گزارتے ہوئے نہیں۔



۱۶- دین اسلام ہندو دھرم کو مسترد کیوں کرتا ہے؟

ہندو مت آج نہ کوئی دین ہے، نہ مذہب ہے اور نہ اس کا کوئی خاص اعتقادی موقف ہے، بلکہ یہ ویدوں، سادھوؤں کی تعلیمات وفلسفات، باطنی تنتر منتر اور بے شمار رسوم ورواج کا معجون مرکب بن کر رہ گیا ہے۔

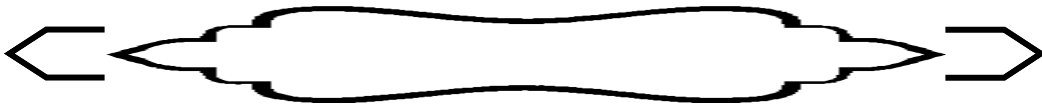
یہی وجہ ہے کہ ہندو دھرم میں دینیات اور عبادات کا نہ کوئی نظام ہے اور نہ مخصوص ومنظم رسوم ورواج، نہ کوئی مستقل دینی اصول وضوابط ہیں اور نہ کوئی مرکزی دینی ساخت جو ہندوؤں کو یکجا کرسکے، آج ہندو دھرم میں آپ ان میں سے کچھ نہیں پائیں گے ، بلکہ واضح لفظوں میں آپ اپنے آپ کو ہزارہا مستقل ادیان ومذاہب اور عقائد ونظریات کے معجون مرکب کے سامنے پائیں گے۔[1]

اللہ کی عبادت اس جیسی بے ڈھنگی چیزوں سے کیسے کی جاسکتی ہے جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری؟

اور ان بے ڈھنگے تصورات کے معجون مرکب کو زندگی کا مقصد کیسے بنایاجاسکتا ہے؟

پھر دیکھیں کہ موجودہ ہندو بتوں کو اللہ کا اوتار بنا رہے ہیں!

1) الهندوس: معتقدهم الديني وممارساتهم، جوليوس ج. ليبنر، ص8۔

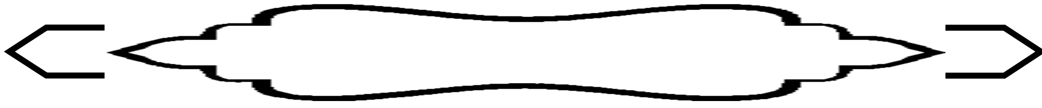


جو لوگ بُتوں کو اللہ کا مجسمہ سمجھ کر اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے معبود بنا لیتے ہیں؛ اللہ نے انہیں کافر قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: ’’یاد رکھو عبادت خالص اللہ ہی کے لیے ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور شرکاء تجویز کر رکھے ہیں کہ ہم تو ان کی پرستش بس اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کا مقرب بنادیں بے شک اللہ ان کے درمیان فیصلہ کردے گا جس بات میں یہ باہم اختلاف کررہے ہیں، بے شک اللہ ایسے کو راہ راست پر نہیں لاتا جو جھوٹا ہو، ناشکرا ہو۔‘‘ سورة الزمر ﴿۳﴾ ۔ ہندوؤں نے ان بُتوں کو معبود بنا کر ویدوں اور اپنی فطرت؛ دونوں کی مخالفت کی ہے، جیسا کہ میں نے پہلے ہی واضح کیا ہے، لہذا وہ جانتے ہیں کہ ان کے پاس بُتوں کی شکل میں اللہ کی جسم سازی پر کوئی فطری دلیل نہیں ہے۔ ’’کیا وہ جو مخلوق کی اول دفعہ پیدائش کرتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزیاں دے رہا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ کہہ دیجیئے کہ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ‘‘۔ سورة النمل ﴿64﴾ ۔

بھلا وہ کہاں سے دلیل لائیں گے!

بھلا وہ کہاں سے دلیل لائیں گے!

موجودہ ہندو مذہب کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ بُت پرستی کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے اور اسے دین کا ایک رکن قرار دیتا ہے۔



لہذا بت ہر جگہ ہیں۔

اور معبود بت کے جسم میں ظاہر ہوتا ہے۔

نیز ہندومت میں بت، تصاویر اور مجسموں کی ہزاروں شکلیں ہیں۔

لہذا ہندو مت بتوں، انسان کے بنائے ہوئے سانچوں اور مجسموں کا دین بن کر رہ گیا ہے۔

موجودہ ہندو مت وحدۃ الوجودکا بھی قائل ہے۔

اور فلسفہ ازلیتِ عالم بھی موجودہ ہندو مت میں موجود ہے۔

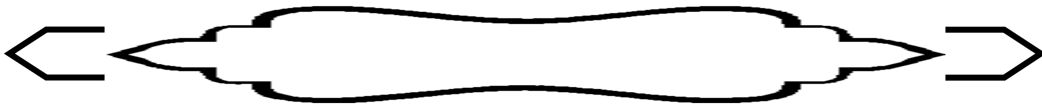
نیز اس میں طبقاتی تقسیم (ذات پات) کو بھی بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

اسی طرح موجودہ ہندو مت میں یہ عقیدہ بھی ہے کہ معبود انسان کی شکل میں اوتار لیتا ہے۔

اور یہ اس بات کا بھی قائل ہے کہ معبود بتوں اور مورتیوں میں بھی رونما ہوتا ہے جسے "شکتی" کہتے ہیں۔

فلسفہ تناسخ ارواح بھی موجودہ ہندو مت میں موجود ہے۔

اور یہ تکرار ولادت کا بھی قائل ہے۔



نیز اس میں عناصر خمسہ کا عقیدہ اور اس سے متعلقہ امور جیسے طلسمی اشیا ،تعویذات اور غیر اللہ سے اپنا تعلق استوار کرنا وغیرہ بھی موجود ہے۔

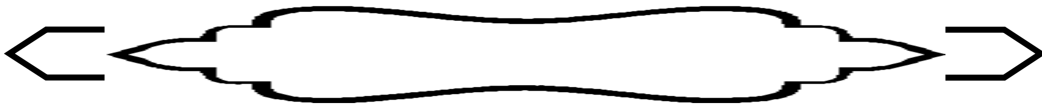
یہی وجہ ہے کہ اسلام ہندومت کو مسترد کرتا ہے، کیونکہ اس نے انبیاء کی تعلیمات کی خلاف ورزی کی اور توحید کو بھلا دیا۔

اور اسلام ہر ہندو کو اسلام کے ذریعہ اللہ کی طرف لوٹنے کی دعوت دیتا ہے، کیونکہ اس کے بغیر اللہ کے یہاں نجات حاصل نہیں کی جاسکتی۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ’’بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں (پسندیدہ) دین صرف اسلام ہے‘‘۔ سورة آل عمران ﴿۱۹﴾ ۔ نیز فرمایا : ”اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا‘‘۔ سورة آل عمران ﴿۸۵﴾ ۔ مزید فرمایا : ”آج کے دن میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کردیا ہے، اور اپنی نعمت بھی تم پر پوری کردی ہے اور تمہارے لیے’’اسلام‘‘ کو بطورِ دین پسند کرلیا ہے۔“ سورة المائدہ﴿۳﴾ ۔

لہذا ہندو یا کسی بھی انسان کے لئے دین اسلام کے علاوہ کہیں نجات نہیں ہے۔

اسلام، روئے زمین پر پائے جانے والے مختلف ادیان کے مقابلے میں کوئی ذیلی دین نہیں ہے بلکہ یہ تو بالکل



منفرد اور توحید کو بیان کرنے والا دین ہے جسے دے کر اللہ نے تمام انبیا کو مبعوث کیا ہے، لہذا تمام انبیا لوگوں کو توحید کی دعوت دینے کے لئے ہی تشریف لائے، اور فی الوقت اس توحیدِ خالص پر فقط اسلام ہی قائم ہے جبکہ دیگر ادیان میں کم وبیش شرک کی آمیزش ہو ہی چکی ہے۔

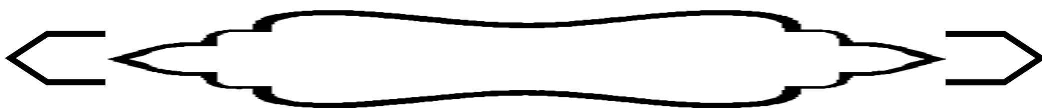
چنانچہ سب کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی عبادت کرنا، اس کے احکام کی اطاعت اور اس کے منع کردہ امور کو چھوڑ دینا، اس کے حدود پر قائم رہنا، ما کان ومایکون کے متعلق اس کی ہر خبر پر ایمان لانا، اور تمام بتوں، تصویروں اور مجسموں سے براءت کا اعلان کرنے کا نام اسلام ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے : ’’پاک ہے آپ کا رب، جو بہت بڑی عزت والا ہے ہر اُس چیز سے (جو مشرک) بیان کرتے ہیں‘‘۔ (سورة الصافات: ۱۸۰)

اللہ تبارک وتعالی بُتوں کی شکل میں ظاہر ہونے جیسی ان تمام صفات سے پاک ہے جس سے ہندو حضرات اسے متصف کرتے ہیں۔

’’پیغمبروں پر سلامتی ہو‘‘۔ (سورة الصافات: ۱۸۱)

یعنی ان رسولوں پر سلامتی ہو جو لوگوں کو ان کے رب سے متعارف کراتے ہیں اور اسے ہر عیب سے منزہ قرار دیتے ہیں۔



۱۷- ہر ہندو پر اسلام قبول کرنا کیوں واجب ہے؟

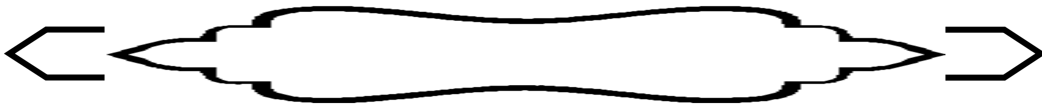
چونکہ اسلام ہی وہ دین ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے قبول کیا ہے اور یہی وہ ربانی شریعت ہے جس کے علاوہ کوئی شریعت قابل قبول نہیں، اور ہندو مت کی وہ کتابیں جن میں ممکن ہے کہ انبیاء کی بچی ہوئی تعلیمات کا کچھ حصہ موجود ہو، ان میں دین اسلام اور نبی اکرم محمدﷺ کی آمد کی بشارتیں بکثرت موجود ہیں، لہذا یہ تمام چیزیں ہندوؤں کو اسلام قبول کرنے اور بلا تردد اس راستے کو اختیار کرنے کے لئے بہت بڑا محرک ہے جس پر چل کر ہی وہ اللہ کے سامنے بروز قیامت نجات پاسکتا ہے۔

عنقریب میں ہندو مت کی مقدس کتابوں سے اسلام کے متعلق کچھ بشارتوں کو ذکر کروں گا۔

لیکن ہندوؤں کی کتابوں سے بشارتیں نقل کرنے سے پہلے میں ہندوؤں کی تشریعی احکامات یاد دلانا چاہتا ہوں کہ کیسے ایک ہندو پاکباز بننے کے لئے اپنے جسم کو عذاب دیتا ہے۔

اور کیسے ہندو حضرات غیر فطری اور نفس کُش رسوم ورواج انجام دیتے ہیں۔

ان کا حال اہل کتاب کے احوال سے بعید نہیں ہے،اہل کتاب اور خاص کر یہودیوں پر طہارت اور خوراک کے معاملوں میں سخت پابندیاں عائد تھیں، اور

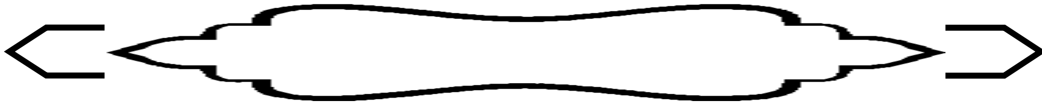


ان کے ظلم،سرکشی اورفساد کی وجہ سے ان پر فرض کی گئیں تشریعی احکامات بھی بڑی سخت تھیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: جو نفیس چیزیں ان کے لئے حلال کی گئی تھیں وہ ہم نے ان پر حرام کردیں ان کے ظلم کے باعث اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اکثر لوگوں کو روکنے کے باعث ۔١٦٠۔ سورہ النساء۔

بس آپ یہودی عورت پر عائد کردہ حیض کے احکامات کو تورات کے سفر اللاویین میں پڑھ لیں تو کافی ہے،تورات میں ہے:

اور جس چیز پر وہ حیض کے دوران لیٹتی ہے وہ ناپاک ہے اور جس پر وہ بیٹھتی ہے وہ ناپاک ہے، اور جو کوئی اس کے بستر کو چھوئے وہ اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے نہائے اور وہ شام تک ناپاک رہے گا، اور جو کوئی اس چیز کو چھوئے جس پر وہ بیٹھتی ہو وہ بھی اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے نہائے اور وہ بھی شام تک ناپاک رہے گا، اور اگر کوئی اس بستر پر ہو یا اس سامان پر جس پر وہ بیٹھی ہے اور اسے چھولے تو وہ ناپاک ہے، اور اگر کوئی مرد اس کے ساتھ لیٹ جائے اور اس کا دمِ حیض اس کو لگ جائے تو وہ مرد سات دن تک ناپاک رہے گا، اور وہ بستر جس پر وہ لیٹتی ہے وہ بھی ناپاک ہو گا۔



یہ شدید ترین احکامات بنی اسرائیل کی سخت دلی اور قساوت قلبی کی وجہ سے تھے۔

اور اللہ نے تورات میں انہیں یہ خبر دے دی تھی کہ وہ ان کی جانب ایک ایسا رسول بھیجے گا جو ان پر لازم ان تمام پابندیوں کو ختم کردے گا۔

تورات کے مطابق حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت اپنے بارہ بیٹوں کو جمع کیا اور انہیں وصیتیں کرنے لگے، ان کی مشہور وصیتوں میں سے چند تورات میں بھی مذکور ہیں،چنانچہ تورات میں ہے:

یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور کہا: تم سب جمع ہوجاؤ تاکہ میں آخری دنوں پیش آنے والی بعض چیزوں کی تمہیں خبر دوں، اے یعقوب کے بیٹو! جمع ہوجاؤ اور بغور اپنے باپ اسرائیل کی بات کو سنو۔

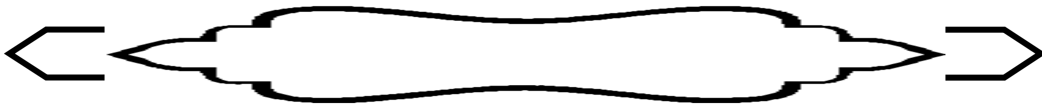
پھر آپ نے یہوذا سے کہا، یہ یہوذا انبیاء : داود، سلیمان اور مسیح صلوات اللہ وسلامہ علیہم کے دادا ہیں۔

آپ(یعقوب) نے ان سے کہا:

’’یہوذا کا نہ عصائے شاہی ٹوٹے گا اور نہ ہی اس کے پاس سے حکومت جائے گی یہاں تک کہ شیلون کی آمد ہوجائے گی جس کے آگے لوگ سر تسلیم خَم کردیں گے۔‘‘[1]

---

[1]) سفر التکوین، إصحاح: 49، نمبر: 1-2 و10۔



بلا خلاف یہودیوں کے مابین یہ دلیل بڑی اہم ہے اور اس میں ان کے لئے عظیم خوش خبری۔

یہ بشارت اس شخص کی آمد کے متعلق ہے جس کی جانب منصب نبوت، حکومت اور شریعت سازی کا حق منتقل کردیا جائےگا۔

یہوذا کا عصا نہیں ٹوٹے گا : یہاں عصا سے مراد عصائے شاہی ہے، یعنی یہوذا کی نسل میں انبیا اور حکمران پیدا ہوتے رہیں گے۔

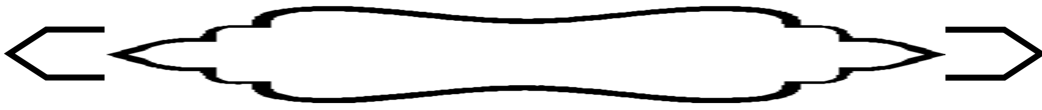
یہاں تک کہ شیلون آجائے گا اور اس کے آگے لوگ سر تسلیم خَم کردیں گے۔

آخر یہ شیلون کون ہے جس کی بابت یعقوب علیہ السلام خبر دے رہے ہیں اور جس کے آگے سارے لوگ سر تسلیم خَم کردیں گے؟

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ جاننا ہمارے لئے از حد ضروری ہے کہ بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسی مسیح علیہ السلام ہیں اور وہ یہوذا کی نسل سے تھے۔

پھر اچانک بنی اسرائیل میں انبیا کا سلسلہ رُک گیا!

اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مطابق حکومت ونبوت کسی ایسے شخص میں منتقل ہوگئی جو یہوذا کی نسل سے نہیں تھا، کیا معاملہ ایسا ہی نہیں ہے؟



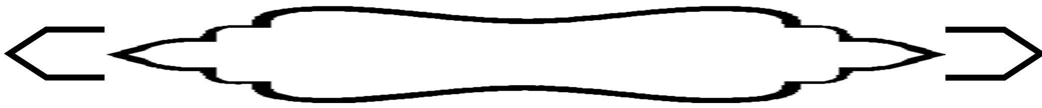
اور ظاہر سی بات ہے کہ یہ شخص حضرت عیسی مسیح علیہ السلام نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ یہوذا کی نسل سے ہی تھے۔

نیز یعقوب علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مطابق اس شخص کی امت خود یہوذا کی زمین حاصل کرلے گی ’’یہوذا کا نہ عصائے شاہی ٹوٹے گا اور نہ ہی اس کے پاس سے حکومت جائے گی یہاں تک کہ شیلون کی آمد ہوجائے گی جس کے آگے لوگ سر تسلیم خَم کردیں گے‘‘۔ یعنی اس آنے والے نبی کی امت (یہوذا کی) زمین حاصل کرلے گی۔ یعنی فلسطین کو حاصل کرلے گی اور عظیم ترین سلطنتیں اس کی امت کے تابع ہوجائیں گی۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں یہوذا کی زمین حاصل کرلی اور ملک شام، عراق اور فارس اسلام کے سامنے جُھک گئے ۔

یہ ایسی حقیقت ہے جس میں نہ غور وفکر کی ضرورت ہے اور نہ اس پر صفحات سیاہ کرنے کی حاجت۔

لہذا تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ وہ پیشین گوئی سچ ہوچکی ہے جو یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے کی تھی، اور نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی پر اس کا انطباق نہیں ہوسکا اور نہ یہ



تفصیلی حالات آپ ﷺ کی امت کے علاوہ کسی اور امت کے ساتھ پیش آئیں۔

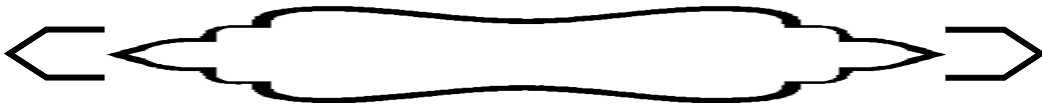
لیکن شیلون کا معنی کیا ہے؟

شیلون سے مراد: راحت وسرور مہیا کرنے والا Rest-giver یا پابندیاں ختم کرنے والا ہے، اسی معنی کو بہت سارے ان ویب سائٹوں نے اختیار کیا ہے جو عہد قدیم کی تحریر کے مطالعے لئے خاص ہیں۔[1]

لہذا یعقوب علیہ السلام انہیں اس شخص کی آمد کی خوش خبریاں دے رہے تھے جو ان کی پابندیوں اور قیود کو ختم کردے گا۔

چلئیے اب قرآن میں اللہ کے فرمان کو بھی پڑھ لیتے ہیں: وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں نیکی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ سورة الأعراف ﴿157﴾ ۔

(1 https://www.christiancourier.com/articles/1101-who-is-the-mysterious-shiloh Rest-giver or peace-bringer.
http://www.abideinchrist.com/messages/gen49v8.html Shiloh is the man of rest, the giver of rest or rest-bringer۔



اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے: چنانچہ اسلام جیسی آسان اور سہولت آمیز شریعت آئی جس نے ان تمام قیود وپابندیوں کو ختم کردیا۔

آئیے اب ہندؤں کی مقدس کتابوں کی جانب چلتے ہیں۔[1]

ہندو مت وہ دوسرا مذہب ہے جس میں شہوت نفسانی کو ختم کرنے اور گناہوں سے پاک ہونے کے لئے مشکل ترین رسوم ورواج کی انجام دہی کرنی ہوتی ہے۔

تو ہندوؤں کی کتابوں میں ایک عظیم پیغمبر کا ذکر آیا ہے جو ان کے بوجھ کو دور کرے گا اور انہیں ان کے گناہوں سے پاک کرے گا۔

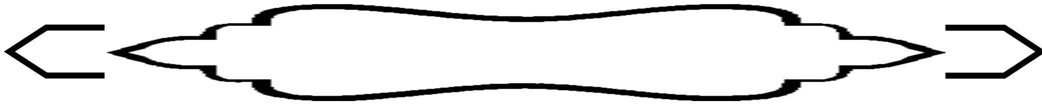
ہندوؤں کی کتابوں میں ہے: ’’کَلکی؛ مادھو مہینے میں چاند کی بارہ تاریخ کو پیدا ہو گا‘‘[2]

کَلکی سے مراد ہے: گناہوں سے پاک کرنے والا۔

اور مادھو مہینہ: اس سے مراد ربیع الاول کا محبوب مہینہ ہے۔

1) ہندو مت میں (نبی اکرم ﷺ کی آمد پر) موجود بشارتوں سے پہلے میں نے یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹوں کو بشارت سنانے پر اتنی تفصیل اس لئے بیان کی تاکہ اسلام کی حجیت پر اسلام سے باہر کی کوئی مستقل دلیل پیش کردی جائے۔

2) کلکی پُران، أدھیاي:2، شلوك:15۔



لہذا وہ نبی جو انہیں گناہوں سے پاک کرے گا وہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو پیدا ہو گا۔

اور جیسا کہ معلوم ہے کہ جمہور اہل علم کے نزدیک نبی اکرم محمد ﷺ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو پیدا ہوئے ہیں۔

اور جہاں تک آپ ﷺ کے مکان ولادت کی بات ہے تو اس کا ذکر بھی ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں موجود ہے: کَلکِی؛ شمبھل گاؤں میں وشنویاش نامی شخص کے گھر، گھر (عبادت خانہ) کے خادم کے یہاں پیدا ہو گا‘‘۔ (1)

شمبھل گاؤں سے مراد ہے: پُر امن بستی/شہر۔

اور پُر امن بستی مکہ ہے۔ ’’ جب ابراہیم نے کہا ہے اے اللہ تو اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے‘‘ سورۃ البقرۃ، آیت ١٢٦ ۔

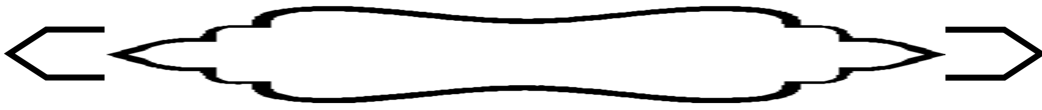
اور نبی اکرم ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے ہیں۔

اور یہ قول کہ ’’وشنویاش نامی شخص کے گھر‘‘۔ تو وشنویاش کا معنی اللہ کا بندہ (عبداللہ) ہے۔

اور جہاں تک اس نبی کی والدہ کی بات ہے تو ان کا نام سومتی ہوگا: ’’ کَلکِی؛ وشنویاش نامی شخص کے گھر اس کی بیوی سومتی سے پیدا ہوں گے‘‘(2)

[1]) کلکی پُران، أدهياي:2، شلوك:4۔

[2]) کلکی پُران، أدهياي:2، شلوك:11۔



سومتی امن سے ہے یعنی : آمنہ۔

اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ محمد بن عبد اللہ ﷺ کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔

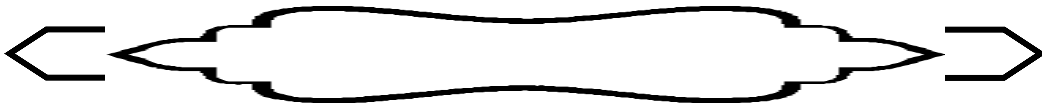
ہندو مت کے مطابق کلکی؛ اپنے گاؤں شمبھل سے نکلے گا اور شیاطین سے جنگ کرکے ظلم وفساد اور سرکشی کا خاتمہ کرے گا، پھر اپنے آخری ایام میں واپس شمبھل لوٹ آئے گا، اس کے بعد اللہ اسے آسمان میں اٹھا لےگا۔

اور ہر مسلمان اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے، لہذا نبی اکرم محمد بن عبداللہ ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور لوگوں کے درمیان توحید کی نشر واشاعت کی، پھر آپ ﷺ اپنی وفات سے کچھ سال قبل فاتح بن کر مکہ واپس لوٹے۔

اس کے علاوہ ہندو مت میں اس آنے والے نبی کی اور بھی کئی ایسی صفات کا ذکر ہے جن سے ہم موافقت نہیں کرسکتے، مثلا ان کی عادت کے مطابق ان کے نزدیک کلکی اللہ کا اوتار ہوگا، اللہ سبحانہ اس سے بہت بلند وبالا ہے، اور ہم نے پہلے ہی ویدوں کی روشنی میں اس افترا پر تفصیلی رد کردیا ہے۔

لہذا اللہ اپنی مخلوقات کی شکل میں اوتار نہیں لیتا اور نہ آسمان وزمین اس کا احاطہ کرسکتے ہیں۔

لیکن ان کی کتابوں میں آنے والے اس نبی کے متعلق بعض ایسی صفات بھی ہیں جو میری توجہ کا مرکز



بنتی ہیں، اور وہ یہ ہیں کہ یہ نبی سفید گھوڑے کی سواری کرے گا، اور نبی اکرم ﷺ کا ایک سفید گھوڑا تھا جس کا نام المرتجز تھا۔[1]

آنے والے نبی کلکی کے وہ مجسمے جو ہندوؤں نے بنائے ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں کہ وہ گھوڑ سواری کررہا ہے اور اپنے کاندھے پر ایک عدد تلوار اٹھائے ہوئے ہے۔ ہندوؤں کی بنائی ہوئی کلکی کی وہ تمام تصویریں اور مجسمے جو میں نے دیکھے ہیں بالکل اسی طرح کے ہیں۔

گویا وہ نبی مجاہد ہوں گے، اور یہ تو نبی اکرم ﷺ کی ایک صفت ہے کیونکہ آپ ﷺ نے تلوار سے جہاد کیا اور اللہ کے دشمنوں سے جنگ کی ہے۔

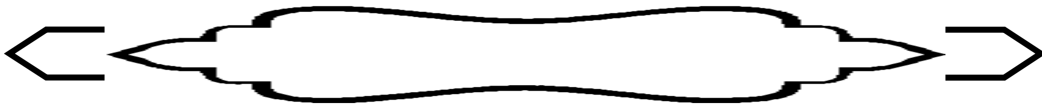
ان کی کتابوں میں آنے والے نبی کلکی کی صفات میں سے بعض صفات یہ بھی ہیں : وہ غیب کی خبریں بتائے گا، اپنی قوم کے شرفا میں سے ہو گا، کم گو ہو گا، سخی اور مضبوط قد کاٹھی کا ہو گا اور بھلائی وحسن سلوک کا معترف ہو گا۔

لیکن اس کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے : ’’کلکی اپنے چار ساتھیوں کی مدد سے شیطان کو ہلاک کرے گا‘‘۔[2]

---

1) اسے امام حاکم نے المستدرك میں روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ روایت صحیح الاسناد ہے۔

2) کلکی پُران، أدهياي:2، شلوك:5۔



اس دلیل کو پڑھتے وقت ہر مسلمان کے ذہن میں ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی اور کا تصور آ ہی نہیں سکتا۔

یہ چاروں نبی اکرم ﷺ کے سب سے مقرب صحابہ ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے شروع دعوت سے آپ کا ساتھ دیا تھا، نیز یہی لوگ آپ ﷺ کے بعد خلیفہ بھی بنے۔

یہ نبی اکرم ﷺ کے چار ایسے قریب ترین صحابہ تھے جو امتیازی شان کے مالک تھے اور جنہوں نے حقیقتاً آپ کی دعوت کی نشر وشاعت میں آپ کی مدد کی تھی۔

اور انہی لوگوں نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد علی الترتیب مسلمانوں میں خلافت کی باگ ڈور سنبھالی :

1۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

2- عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

3- عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

4- علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

اور علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ساتھ خلافت راشدہ کا زمانہ بھی ختم ہوگیا۔



کلکی کی امتیازی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ جنگوں میں فرشتے اس کی مدد کے لئے اتریں گے۔[1]

یہ خصوصیت نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں کئے گئے جہاد اسلامی کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے غزوات میں آسمان سے فرشتوں کا نزول ہوا تھا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ’’اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کررہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار چلے آئیں گے‘‘۔ سورۃ الأنفال ۹۔

ہندوؤں کی کتابوں میں یہ بھی ہے کہ کلکی ایک عظیم فرشتے ’’پراش رام‘‘ سے دین سیکھنے کے لئے پہاڑ پر جائے گا، پھر شمال کی جانب چلا جائے گا، اس کے بعد اس سے پہلے کہ اللہ اسے آسمان میں اٹھالے، اپنی بستی میں لوٹ آئے گا۔[2]

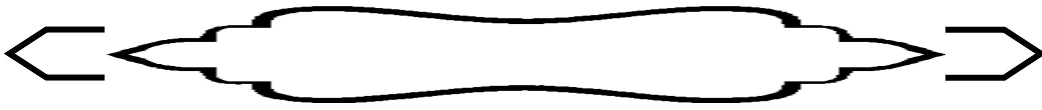
ہندوؤں کے نزدیک پراش رام سے مراد وہ عظیم فرشتہ ہے جو کافروں پر عذاب لے کر آتا ہے اور مسلمانوں کے نزدیک وہ جبریل علیہ السلام ہیں۔

اور حقیقتاً نبی اکرم ﷺ حرا پہاڑی پر گئے تھے اور ان پر جبریل علیہ السلام بھی نازل ہوئے تھے، پھر آپ ﷺ

---

1) کلکی پُران، أدھیاي:2، شلوک:7۔

2) کلکی پُران، أدھیاي:3، شلوک:1-5۔



شمال کی جانب مدینے ہجرت کر گئے تھے، اس کے بعد آپ ﷺ اپنی وفات سے کچھ سال قبل فاتح بن کر مکے واپس لوٹے تھے۔

نیز ہندوؤں کی کتابوں کے مطابق کلکی آخری رسول ہوگا۔[1]

اور یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہی آخری نبی ورسول ہیں ’’محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، البتہ اللہ تعالی کے رسول ہیں، اور (سب) نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہرچیز کو خوب جانتا ہے۔‘‘ سورة الأحزاب ﴿40﴾

ہندوؤں کی کتابوں میں اس آنے والے نبی کی ایک صفت یہ بھی منقول ہے کہ وہ بکثرت حمد بیان کرنے والے ’’نراشَنْس‘‘ہوں گے۔

نراشَنْس سے مراد بکثرت حمد بیان کرنے والا ہے۔

یعنی محمد یا احمد۔

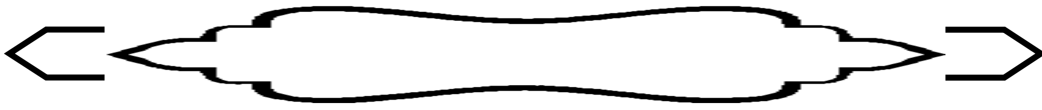
یہ دونوں نام رسول اللہ ﷺ کے ہیں، پس آپ ہی محمد اور احمد ہیں۔

نراشَنْس کی صفات میں سے بعض یہ بھی ہیں: ’’اس کی سواری اونٹ ہوگی، اس کی بارہ بیویاں ہوں گی اور وہ اپنی سواری پر سوار ہوکر آسمان کو چھوئے گا اور نیچے اتر آئے گا‘‘[2]

---

1) بھاگوت پُران، اسکند:1، أدھیاي:3، شلوك: 25۔

2) اتھر وید، کانڈ:20، سوکت:127، منتر:2۔



یہ صفات نبی اکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ، کسی دوسرے پر منطبق ہو ہی نہیں سکتیں۔

چنانچہ یہ کہنا کہ اس کی سواری اونٹ ہوگی، تو یہ آپ ﷺ کے متعلق معروف ہے، اور اس میں اس جانب بھی بہت اہم اشارہ ہے کہ چونکہ ہندوؤں کی کتابوں کے مطابق وہ آخری رسول ہوں گے لہذا وہ گاڑیوں اور ہوائی جہازوں کے زمانے سے پہلے تشریف لائیں گے۔[1]

نیز اس میں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ آنے والا یہ نبی برہمن ہندوؤں سے باہر کا ہوگا کیونکہ یہ لوگ تو اونٹوں کو حرام قرار دیتے ہیں۔

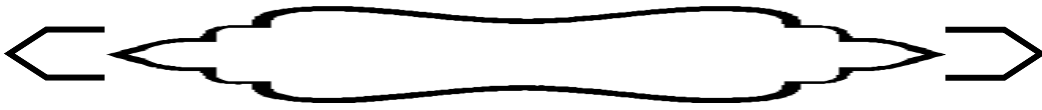
اور یہ کہ اس کی بارہ بیویاں ہوں گی؛ تو یہ بات بھی آپﷺ کی سیرت سے معلوم ہی ہے۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ اپنی سواری پر سوار ہوکر آسمان کو چھوئے گا اور نیچے اتر آئے گا؛ تو اس سے مراد اسرا ومعراج کا وہ سفر ہے جس میں آپ آسمان پر گئے تھے اور جس پر ہر مومن ایمان رکھتا ہے۔

اسی باب میں ہندوؤں کی مقدس کتابیں نراشنس کی ہجرت کا بھی ذکر کرتی ہیں اور ان کی مدح سرائی بھی کرتی ہیں، ان کتابوں میں ہے: ’’اے لوگو!

---

1) دعوة الهندوس إلى الإسلام ، پی ایچ ڈی کا مقالہ، اعداد د. إبراهيم عبد الغفور، ص215۔



نراشنس کی عزت کرو، میں اس امن وامان قائم کرنے والے مہاجر کی حفاظت کرتا ہوں''[1]

''یہ مہاجر'': اس سے سیرت نبویہ کا سب سے بڑا واقعہ یعنی؛ لوگوں کے درمیان امن وامان اور توحید کی نشر واشاعت کے لئے نبی اکرم محمد ﷺ کا مکے سے مدینہ ہجرت کرنا مراد ہے۔

نیز اس منتر میں بھی نبی اکرم ﷺ کی جہاد کی بابت گفتگو کی گئی ہے: '' وہ تسبیح کرنے والوں کے ساتھ تسبیح بیان کرنے والا ہے، لوگوں کو امن وامان دلانے کی خاطر جنگوں میں نکلتا ہے''[2]

لہذا وہ مجاہد نبی ہیں جو اللہ کے راستے میں جہاد کرکے لوگوں کے مابین امن وامان پھیلاتے ہیں۔

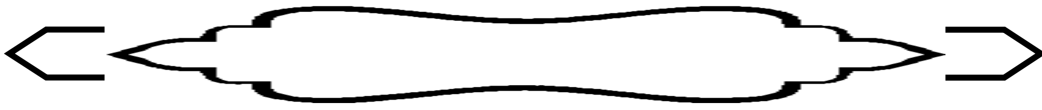
ان کی کتابوں میں ایسے دسیوں نصوص موجود ہیں جو اسلام، نبی اسلام ﷺ، آپ کی سیرت اور مکہ مکرمہ میں آپ کی دعوت پر بشارتیں سناتے ہیں۔

ممکن ہے کہ بعض ہندو حضرات ان نصوص میں سے بعض کی مخالفت کرجائیں اور اس بات کا انکار کرجائیں کہ ان میں نبی اکرم ﷺ کی جانب صریح اشارے موجود ہیں، جبکہ یہ امور بحث وتحقیق کا جذبہ رکھنے والے ہندو کو زیادہ دیر تک حق سے دور نہیں رکھ سکتے، لیکن بنیادی طور پر یہ بشارتیں محض شواہد کا

---

1) اتھر وید، کانڈ:20، سوکت:127، منتر:1۔

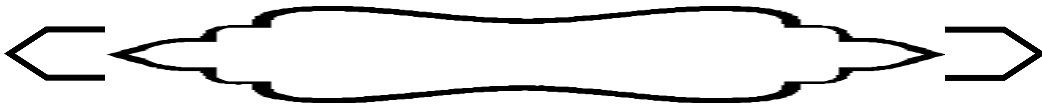
2) اتھر وید، کانڈ:20، سوکت:127، منتر:5 اور اس کے بعد بھی۔



درجہ رکھتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ بے شمار اور مختلف اقسام کی بشارتیں ہونے کے باوجود میں نے ان کو بیان کرنے میں بہت زیادہ تفصیل سے کام نہیں لیا ہے، کیونکہ اسلام کی حجیت پر خود اسلام کا پیغام، اس کی دعوت توحید اور اس پر فطرت کی آواز ہی سب سے بڑی دلیل ہے، اسی طرح اسلام کے علاوہ روئے زمین کے تمام ادیان کا انسان کے مقصد وجود اور اس کے آخری ٹھکانے کی بابت مکمل اصول وضوابط بیان کرنے سے خالی ہونا بھی اسلام کی صحت وحجیت پر ایک بڑی دلیل ہے۔

لہذا نہ روئے زمین پر بے ڈھنگی بُت پرستی، شرکیات اور الحاد کے علاوہ کچھ بچا ہے اور توحیدِ خالص پر اسلام کے علاوہ نہ کوئی دین موجود ہے نہ اللہ کو ہر عیب سے منزہ قرار دینے والا اسلام کے علاوہ کوئی دین موجود ہے۔

”آپ کہہ دیجیے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک (ہی) ہے۔ ۔۱۔ ’’اللہ بے نیاز ہے۔ ۔۲۔ ’’نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ ۔۳۔ ’’اور نہ کوئی ایک اس کے برابر کا ہے"۔ ۔4۔ سورہ الاخلاص۔



۱۸- اسلام کیا ہے؟

جواب : اسلام سے مراد اللہ تعالی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، اس کے سامنے عاجزی اختیار کرنا اور اس کی اطاعت کرنا ہے۔

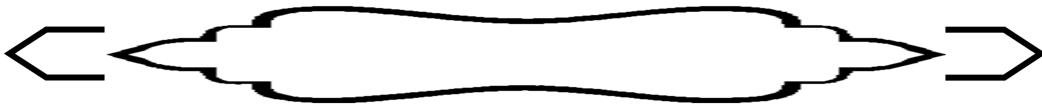
اللہ جلّ شانہ نے فرمایا: ’’باعتبار دین کے اس سے اچھا کون ہے؟ جو اپنے کو اللہ کے تابع کر دے اور ہو بھی نیکو کار، ساتھ ہی یکسوئی والے ابراہیم کے دین کی پیروی کر رہا ہو اور ابراہیم (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست بنا لیا ہے۔‘‘ سورة النساء (۱۲۵) ۔

’’جو اپنے کو اللہ کے تابع کر دے‘‘ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کردے اور اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان بردار ہوجائے، یہی باعتبار دین سب سے اچھا شخص ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے : ’’سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے، چنانچہ تم اسی کے تابع فرمان ہوجاؤ، اور آپ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے‘‘۔ سورة الحج (34) ۔

’’تم اسی کے تابع فرمان ہوجاؤ‘‘ کا معنی یہ ہے کہ تم اس کے احکامات کی تابع داری کرو۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کہتے ہیں مکمل طور سے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے، اس کی تابع داری کرنے اور شرح صدر کے ساتھ اس کی



شریعت کی تعمیل اور اس کو قبول کرنے کو، یہی اسلام کا جوہر اور اس کی حقیقت ہے۔

لہذا اسلام اللہ کے فیصلوں اور اس کی شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کردینے کا نام ہے۔

اور اسلام ہی تمام انسانوں کے لئے اللہ کا دین ہے، ارشاد باری ہے: ’’بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں (پسندیدہ) دین صرف اسلام ہے‘‘۔ سورۃ آل عمران ﴿۱۹﴾ ۔ چنانچہ اسلام ہی وہ دین ہے جس کے علاوہ اللہ کوئی دین قبول نہیں کرے گا۔ ”اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارے و(گھاٹا) اٹھانے والوں میں سے ہوگا‘‘۔ سورۃ آل عمران ﴿۸۵﴾۔

اور اسلام ہی وہ دین ہے جسے دے کر اللہ نے تمام انبیا اور رسولوں کو مبعوث کیا، پس تمام انبیا کا دین ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے، اور تمام انبیا توحید ہی کی دعوت لے کر آئے تھے گرچہ ان کی شریعتیں مختلف رہی ہوں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے ’’اور ہم نے آپ سے پہلے ایسا کوئی رسول نہیں بھیجا، جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، پس میری ہی عبادت کیا کرو‘‘۔ سورۃ الأنبیاء ﴿ ۲۵﴾



آج اسلام کے علاوہ کوئی بھی دین اس عقیدہ توحید پر باقی نہیں ہے۔

اسلام آج روئے زمین پر واحد توحیدی مذہب ہے۔

دوسری تمام شریعتوں کے پیروکار کم یا زیادہ شرک میں ملوث ہیں،انبیائے کرام کی موت کے بعد جبکہ وہ لوگوں کو عقیدہ توحید پر چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے تھے ، لوگوں نے گزرتے وقت کے ساتھ شرک کو اختیار کر لیا اور آج انبیائے کرام کے لائے ہوئے صاف ستھرے عقیدہ توحید پر اسلام کے علاوہ کوئی دین باقی نہیں بچا ہے۔

لہٰذا اسلام کی درستگی کا سب سے بڑا ثبوت جس پر ایک ہندو کو توجہ دینی چاہیے، اس مذہب کا خالص توحیدی پیغام ہے۔



۱۹- کیا اسلام کے پاس ذہنوں کو الجھا دینے والے ان سوالوں کا کوئی جواب ہے کہ: ہم کہاں سے آئے ہیں؟ ہم یہاں اس دنیا میں کیوں ہیں؟ اور ہم کہاں لوٹ کر جانے والے ہیں؟

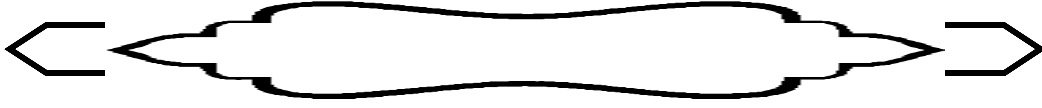
جواب: اسلام نے ان تمام سوالوں کے جوابات قرآن مجید کی ایک آیت میں دے دیے ہیں، ارشاد باری ہے: ’’اور مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے‘‘ (۲۲) سورة یس ﴿۲۲﴾ ۔

میں کہاں سے آیا؟ جواب: مجھے اللہ نے پیدا کیا ہے(الذي فطرني)۔

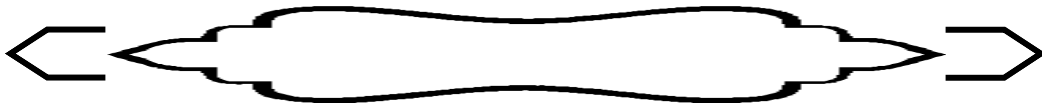
میں اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کہاں جاؤں گا؟ جواب: میں اللہ تعالیٰ کے پاس جاؤں گا تاکہ وہ میرے اعمال کا محاسبہ کرے(وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ)۔

اس دنیا میں میرے آنے کا مقصد کیا ہے؟ جواب: میرے یہاں آنے کا مقصد یہی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور تاکہ مجھے آزمایا جائے۔

میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیوں کرتا ہوں؟ جواب: یہ فطری بات ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے، بندے اور رب کے درمیان فطری تعلق یہی ہے کہ بندہ اپنے رب اور خالق کی عبادت کرے (وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي)۔



قـــرآن مجیـــد کی اس ایـــک آیت میں ان تین اہم سـوالوں کے جوابـات موجـود ہیں جنہیں جـاننے کے لـئے انسان حیران و پریشان رہتا ہے۔ ’’اور مجھے کیا ہو گیـا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کـروں جس نے مجھے پیـدا کیـا اور تم سـب اسـی کی طـرف لوٹـائے جـاؤگے‘‘ (۲۲)
سورة یس، ۲۲ ۔



۲۰- میں کیسے جانوں گا کہ محمد ﷺ اللہ کی جانب سے بھیجے گئے رسول ہیں؟

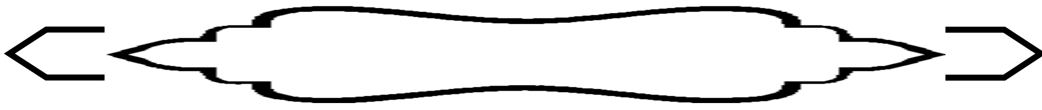
جواب: اس سلسلے میں متعدد معجزاتی دلائل ہیں جو تواتر معنوی اور یقین جازم کا فائدہ دیتے ہیں۔

جس طرح ارسطو اپنے مجموعی اعمال کی بنیاد پر فلسفی ہے، نہ کہ اپنے کہے گئے کسی ایک جملے یا کسی فلسفیانہ تجزیے سے۔

بقراط (ہپوکریٹس) اپنے طبی منصوبوں کے مجموعے کی وجہ سے ایک ڈاکٹر ہے، نہ کہ کسی ایک سرجری سے۔

اسی طرح نبی ﷺ سے متعدد معجزاتی دلائل منقول ہیں جو اس بات پر تواتر معنوی اوریقین جازم کا فائدہ دیتے ہیں کہ آپﷺ ایک نبی ہیں۔

لہذا جب آپ نبی اکرم ﷺ کی سیرت پرنظر دوڑاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آپﷺ صادق اور سچے ہیں اور صفت صداقت سے مشہور ہیں، آپﷺ کے شدید ترین دشمن بھی آپ کی صداقت کے معترف ہیں اور آپ پر کبھی جھوٹ اور فسق وفجور کی تہمت نہیں لگائی گئی،اسی طرح آپ ﷺ جب غیب کی خبریں بتاتے ہیں وہ بعینہ واقع ہوجاتی ہیں، آپ جس عقیدے کی جانب دعوت دیتے ہیں وہی عقیدہ تمام انبیا کا ہے اور آپﷺ ہی کی آمد کے متعلق سابقہ انبیا اور ہندوؤں کی مقدس ترین کتابوں نے سینکڑوں سال پہلے بشارتیں



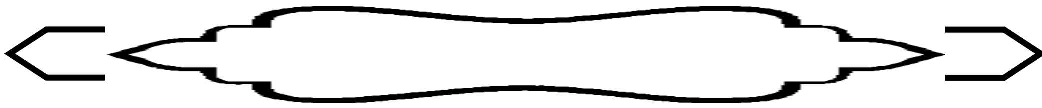
سنائی ہیں، یہ تمام چیزیں اس بات پر تواتر معنوی اور یقین جازم کا فائدہ دیتی ہیں کہ آپ ﷺ کی رسالت سچ اور حق ہے۔

پھرآپ ﷺ قرآن کی شکل میں جو سب سے عظیم دلیل لے کر آئے اس کے متعلق کیا خیال ہے؟

یہ وہی قرآن ہے جس کے متعلق اللہ نے تمام اہل فصاحت وبلاغت کو چیلینج کیا کہ وہ اس جیسی کوئی کتاب یا کم از کم ایک سورہ ہی لے کر آئیں، لیکن وہ نہ لاسکے۔

’’کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو گھڑ لیا ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورت لاؤ اور جن جن غیراللہ کو بلا سکو، بلالو اگر تم سچے ہو‘‘[سورة یونس: ۳۸]

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔:
’’ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ، تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو(۲۳) پس اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہیں کرسکتے تو (اسے سچا مان کر) اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔‘‘[24 سورة البقرة]
اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں غور کریں ’’پس اگر تم نے



نے کیا اور تم ہرگز نہیں کرسکتے‘‘ (سورۃ البقرۃ: 24)

لہذا وہ ایسا نہ کرسکے اور نہ انہیں اس کی قدرت ہی ہے۔

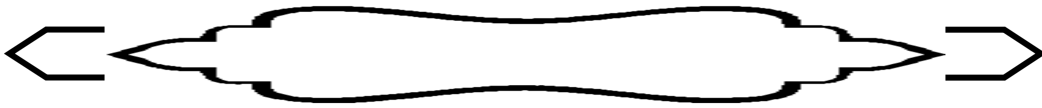
اور قرآن تو آج بھی قادر الکلام مشرکین اور تمام فصیح وبلیغ لوگوں کو چیلینج کررہا ہے۔ جبکہ وہ لوگ اس قرآن کریم سے متعارض ہونے اور اس جیسا کلام پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

داکٹر عبداللہ دراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف نہیں تھا کہ یہ چیلنج ان (مشرکین) کی ادبی حمیت کو بھڑکا دے گا؟‘‘

جبکہ وہ لوگ اس چلینج کے بالمقابل آنے سے بھاگ کھڑے ہوئے کیونکہ وہ محتاط لوگ تھے، لیکن اگر ان میں سے اہل بلاغت وفصاحت کی ایک جماعت ایسا کلام لانے کے لئے جمع ہوجاتی جو بعض زاویوں سے ہی سہی اس کلام(قرآن) سے بلند وبالا ہوتا، تو نبی اکرم ﷺ کیا کر لیتے!

پھر اگر اپنے زمانے والوں کو وہ یہ چیلینج دے بھی دیں توآنے والی نسلوں کو یہ چیلینج کیسے دیں گے؟

یہ ایسا جوکھم والا کام ہے جس کو انجام دینے پر ایسا آدمی جو اپنی قدر جانتا ہے کبھی قدم نہیں اٹھائے گا، سو اس کام کو فقط وہی آدمی انجام دینے کو تیار



ہوسکتا ہے کہ جسے اس بابت تقدیر کے اٹل فیصلے اور آسمانی خبر کی آگہی ہو چکی ہو، چنانچہ آپ نے اس چیلینج کو اسی انداز میں دنیا والوں کے سامنے پیش کیا،لہذا یہ چیلینج ایک مستحکم فیصلہ تھا ، پس ہر زمانے میں جو کوئی بھی اس کے مد مقابل آیا وہ عاجز رہ گیا اور اسے کھلی ناکامی ونامرادی ہی ہاتھ لگی۔[1]

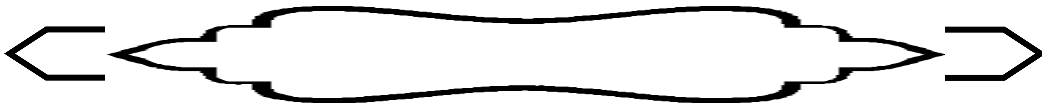
ان مشرکین نے قرآن کریم کے مد مقابل آنے اور اس کے چیلینج کو قبول کرنے سے نبی اکرمﷺ کے خلاف محاذ آرائی کے لئے گروہ بندی اور لشکر کشی کو زیادہ آسان جانا، یہی ان کی کُل محنت تھی۔ ’’اور کافروں نے کہا اس قرآن کو سنو ہی مت (اس کے پڑھے جانے کے وقت) اور بیہودہ گوئی کرو کیا عجب کہ تم غالب آجاؤ‘‘۔ سورة فصلت ﴿٢٦﴾ ۔

لہذا آج تک عرب اور وہ قومیں جن کو چیلینج کیا گیا تھا کوئی ایسی چیز پیش نہیں کرسکیں جن سے ملحدوں کو راحت وسکون پہنچے اور دوسروں کو تسلی مل سکے۔

آلوسی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ’’آج تک ان میں سے کسی نے نہ تو اس چلینج کے بارے میں لب کشائی کی اور نہ ہی کچھ پیش کرسکا‘‘۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا قول ہے جب وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے: میں نے نبی اکرم ﷺ کو مغرب

---
1) النبأ العظيم، د. عبد الله دراز رحمه الله، ص44-45۔



کی نماز میں سورہ الطور کی تلاوت کرتے سنا، پس جب آپ ان آیات پر پہنچے: ’’کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہوگئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ (۳۵) کیا انہوں نے ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں۔ (۳٦) یا کیا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں؟ یا (ان خزانوں کے) یہ داروغہ ہیں‘‘۔ ﴿37۔ سورہ الطور﴾

فرماتے ہیں : ’’قریب تھا کہ میرا دل میرا ساتھ چھوڑ دے‘‘۔[1]

یقینا قرآن کریم میں ایسے حیرت انگیز راز ہیں جو انسان کی روح تک پہنچ جاتے ہیں۔

غور کریں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں قرآن کی تلاوت کرتے تھے تو کس طرح قریش کی عورتیں ان کی تلاوت سے متاثر ہونے کی وجہ سے ان کے گھر کے ارد گرد ہجوم لگا دیتی تھیں۔[2]

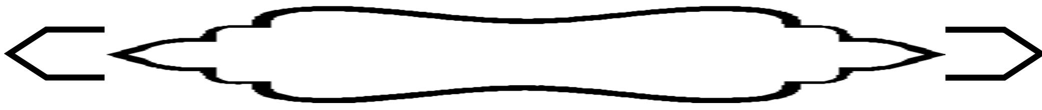
یہی وجہ ہے کہ عرب کے بڑے سرداروں نے یہ طے کیا کہ کوئی بھی نہ خود قرآن سنے اور نہ اپنے اہل وعیال کو سننے دے، کیونکہ کفر پر باقی رہنے کا ان کے پاس یہی ایک راستہ بچا تھا۔

اور قرآن کے وہ عجائب جو بیان کرتے ختم نہیں ہوتے، ان میں سے بعض کو ڈاکٹر عبداللہ دراز رحمہ

---

[1]) صحيح البخاري، ح: 4854۔

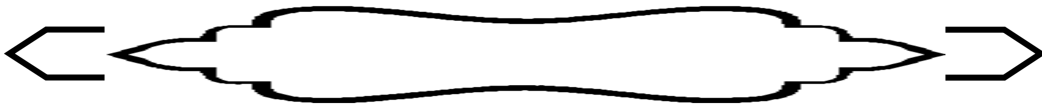
[2]) صحيح البخاري، ح: 3905۔



اللہ نے قرآن کریم کی آیات کا الگ الگ اوقات میں نازل ہونے کے باب میں ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ بعض آیات کو خاص جگہوں میں رکھنے کا اور بعض دوسری آیات کو دوسری سورتوں میں رکھنے کا حکم دیتے تھے،اور آخر میں ہر سورت ایسی (مکمل) معلوم ہوتی گویا وہ ایک مستقل عمارت ہے، آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نزول قرآن کے وقت قرآن کے بعض حصوں سے کچھ آیات حذف کرکے بعض دوسرے حصوں میں ان کا اضافہ کردیا جاتا تھا،اور نبی اکرم ﷺ جو کچھ روح القدس (جبریل علیہ السلام) سے سیکھتے اسی کے مطابق آپ کے حکم سے بعد میں نازل ہونے والی آیات کو جوڑ کر اور (کسی دوسرے مقام سے حذف کرکے) بعض آیات کا اضافہ کرکے، نیز بعض آیات کو بعض دوسری آیات کے ساتھ ملاکر بتدریج ایسا کمال پیدا کیاجاتا تھا گویا وہ مستقل عمارتیں ہیں۔

اور اگر ہم نزول قرآن کی اس لمبی چوڑی تاریخ کو دیکھیں اور اس بات پر بھی غور کریں کہ وحی کا نزول عموماً خاص حالات ومناسبات پر ہوتا تھا تو یہ سوال پیدا ہوگا کہ سورتوں کو کب اس قدر مکمل کیا گیا کہ ہر سورت ایک مستقل عمارت معلوم ہونے لگی۔

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ گویا قرآن کسی پُرانی عمارت کے بکھرے ہوئے لیکن شمار شدہ ٹکڑوں کی شکل میں تھا جسے اپنی سابق ہیئت پر کسی دوسرے



مقام پر تعمیر کیا جانا تھا، ورنہ ان سورتوں کی یکا یک او سلجھی ہوئی منظم ترتیب کی کیا توجیہ بیان کی جائے گی؟

لیکن مستقبل میں پیش آنے والے واقعات، ان کی تشریعی تقاضوں اور ان کے لیے مطلوبہ حل، نیز وہ لغوی تشکیل جن کی بنیاد پر یہ مطلوبہ حل پیش کیا جائے گا، اور ان سورتوں کے ساتھ ان واقعات کی اسلوبی مطابقت؛ ان تمام چیزوں کے بالمقابل اس طرح کا منصوبہ تیار کرنے پر(یعنی اتنی باکمال قرآنی ترتیب پیش کرنے کا منصوبہ بنانے پر) کیا کسی انسان کو کوئی تاریخی ضمانت مل سکتی ہے؟(یعنی تاریخی حقائق کی روشنی میں اس طرح مرتب کرنا کیا کسی انسان کے لئے ممکن ہوسکتا ہے؟)

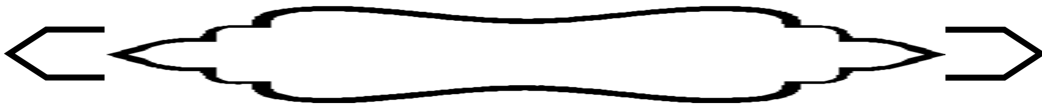
(کیا اس تفصیل پر غور کرنے سے) ہم اس نتیجے پر نہیں پہنچتے کہ اس طرح کی منصوبہ بندی اور مطلوبہ انداز میں اس کی تکمیل کے لئے ایک عظیم خالق (یعنی اللہ رب العزت) کی ضرورت ہے جو اس مطلوبہ ربط کو قائم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟[1]

لہذا قرآن کریم نبی اکرم ﷺ کی صدقِ نبوت پر ایک مستقل معجزہ ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ کی معجزات کی تعداد بھی ہزار سے زیادہ ہے، نیز ان معجزات کو رونما ہوئے زیادہ

---

1) كتاب مدخل إلى القرآن الكريم، د. عبد الله دراز۔

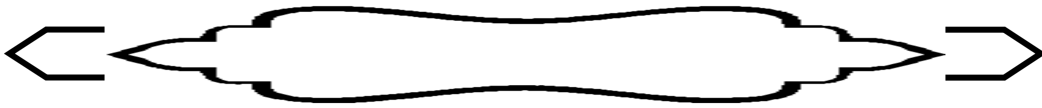


عرصہ نہیں گزرا اور ان کو نقل کرنے والے لوگ روئے زمین پر سب سے سچے اور نیک لوگ ہیں۔

اور یہ راوی جنہوں نے یہ معجزات ہم تک پہنچائے ہیں وہ معمولی سی معمولی چیزوں میں بھی جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دیتے تھے، پھر وہ آپ ﷺ پر جھوٹ کیسے بول سکتے ہیں؟ جبکہ نبی اکرم ﷺ کی تنبیہ کے مطابق وہ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جس نے آپ ﷺ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔

اور آپ ﷺ کے بعض معجزات تو ایسے ہیں جنہیں آپ کے ارد گرد رہنے والے ہزارہا صحابہ کرام نے دیکھا ہے اور بعض کو دسیوں صحابہ نے روایت کیا ہے، لہذا یہ سب کے سب ان کو نقل کرنے میں جھوٹ پر جمع کیسے ہوسکتے ہیں؟

آپ ﷺ کے وہ معجزات جن کو رونما ہوتے ہوئے صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے مشاہدہ کیا ہے ان میں بطور مثال یہ معجزہ ہے : کھجور کے تنے کا فرطِ محبت میں رونے والی حدیث، یہ حدیث انتہائی مشہور اور متواتر ہے، نبی اکرم ﷺ کھجور کے ایک تنے پر کھڑے ہوکر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، لیکن جب آپ کے لئے منبر بنا دیا گیا اور آپ اُس پر چڑھ کر خطبہ دینے لگے تو یہ تَنَا آپ کی محبت میں سرشار ہوکر بچوں کی طرح رونے لگا اور برابر روتا ہی رہا یہاں تک آپ ﷺ نے اسے گلے لگا لیا تو وہ چُپ ہوگیا۔



اس حدیث کو صحابہ میں سے انس بن مالک، جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، اُبَی بن کعب، ابو سعید خدری، سہل بن سعد، عائشہ بنت ابو بکر اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے روایت کیا ہے۔

کیا صحابہ کی یہ تعداد اس طرح کی روایت بیان کرنے میں جھوٹ پر جمع ہوسکتی ہے؟

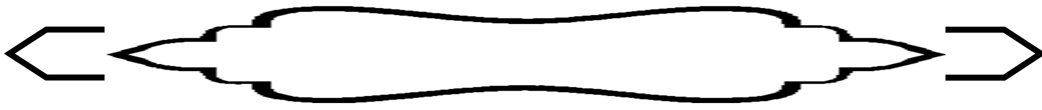
بلکہ بعض معجزات کا مشاہدہ تو ہزاروں صحابہ نے کیا ہے، مثلا آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی کا جاری ہونا جس سے دیڑھ ہزار صحابہ نے وضو کیا اور اپنی پیاس بھی بجھائی، یہ حدیث بھی متواتر ہے اور صحیح بخاری ومسلم میں موجود ہے۔

اسی طرح ایک عظیم لشکر کے کھانا کھانے کے لیے تھوڑی سی خوراک کا زیادہ ہوجانا، اسے بھی صحابہ نے تواتر کے ساتھ روایت کیا ہے اور تنہا امام بخاری رحمہ اللہ نے کھانے میں اضافے سے متعلق نبی ﷺ کے معجزات کو اپنی صحیح میں پانچ مقامات پر ذکر کیا ہے۔[1]

لہذا جب آپ ﷺ کی صدق نبوت پر دلیلیں اور معجزات ثابت شدہ اور بھر پور ہیں تو کسی عاقل کے لئے اب ان تمام چیزوں کو جھٹلانا کیونکر ممکن ہے؟

---

[1] بخاري (1217)، بخاري (2618)، بخاري (3578)، بخاري (4101)، بخاري (6452). یہ تمام مختلف اور جدا واقعات ہیں اور صرف صحیح بخاری میں ہی اس قدر ہیں۔



ذیــل میں نــبی اکــرم کے معجــزات کی کچھ اور مثالیں دیکھیں:

ایک رات نبی اکرم نے خبر دی کہ آج کی رات ایک شدید آندھی چلنے والی ہے اور لوگوں کو اس میں کھڑے رہنے سے منع فرمادیا، لیکن ایک شخص اس آنــدھی میں کھـــڑا رہا، لہذا ہوا اســـے اڑا لے گئ اور دور کســـی دوسری جگہ لے جاکر ڈال دیا۔[1]

اور نبی اکرم نے نجاشی کی موت کی خــبر اســی دن دی جس دن ان کا انتقال ہوا تھـا اور (ان پــر غائبـانہ نماز جنازہ ادا کرتے ہوئے)چار تکبیریں کہیں۔[2]

اســی طــرح آپ نے حضــرت عمــر، عثمــان، علی، طلحہ اور زبیر رضــی اللہ عنهم اجمعین کے متعلــق پہلے ہی پیشین گوئی کردی تھی کہ یہ لوگ عــام لوگــوں کی طــرح فطــری مــوت نہیں مــریں گے بلکہ انہیں شــہادت نصیب ہوگی۔

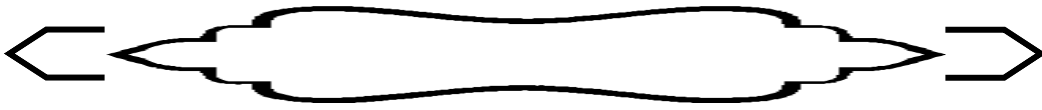
چنــانچہ ایــک مــرتبہ نــبی اکــرم ؛ ابــو بکــر وعمــر، عثمان وعلی اور طلحہ وزبیر رضی اللہ عنهم کے ہمراہ پہاڑ پر چڑھے تــو وہ چٹــان ہلــنے لگی، تب آپ نے پہاڑ سے فرمایا: ٹہرے رہو کیونکہ تیرے اوپر نــبی، صِــدّیق اور شہید کے علاوہ کوئی نہیں۔[3]

---

1) صحیح مسلم، ح:3319۔

2) صحیح بخاري، ح: 1333۔

3) صحیح مسلم، ح:2417۔



یعنی آپ ﷺ نے اپنے آپ کو نبی، ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صِدّیق اور باقی لوگوں کو شہید قرار دیا، اور آپ نے جیسی خبر دی تھی بالکل ویسا ہی ہوا۔

اس کے علاوہ ایسی 150 حدیثیں ہیں جن میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ سے دعا کی اور وہ اسی وقت قبول ہوگئی، نیز لوگوں نے اس کا مشاہدہ بھی کیا۔[1]

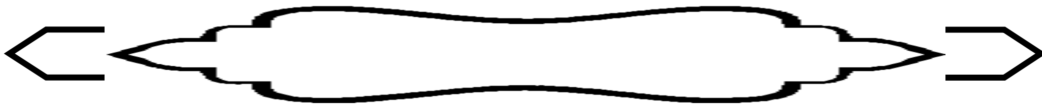
اور جب اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ انہیں کوئی نشانی دکھائیں تو آپ نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے کرکے دکھائے یہاں تک کہ انہوں نے حرا پہاڑ کو ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا، یہ بھی متواتر اورانتہا درجہ کی صحیح حدیث ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ بڑی بڑی مجالس جیسے جمعہ اور عیدین میں سورہ قمر کی تلاوت کیا کرتے تھے جس میں معجزہ شق قمر کابیان ہے، تاکہ یہ معجزات حاضرین کے گوش گزار کئے جائیں، نیز اسے آپ ﷺ اپنی نبوت کی صداقت پر دلیل بھی بنایا کرتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اس بات کی بھی خبر دی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کائنات کی تمام مخلوقات میں سب سے آخر میں پیدا کئے گئے، (چنانچہ ارشاد نبوی ہے)

---

[1]) ان احادیث کو سعید بن عبد القادر باشنفر نے اپنی کتاب ’’دلائل النبوہ‘‘ میں جمع کردیا ہے اور یہ کتاب دار ابن حزم کی مطبوعات میں سے ہے۔



: ’’اور اللہ نے بروز جمعہ حضرت آدم علیہ السلام کو عصر کے بعد سب مخلوقات کے آخر میں پیدا کیا‘‘۔[2]

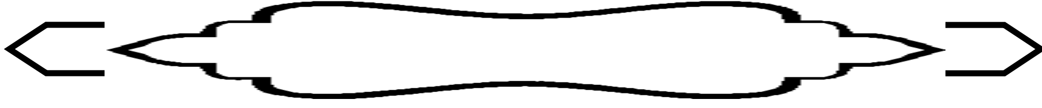
اور اب جدید علمی حقائق سے بھی یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ سطح زمین پر پیدا یا ظاہر ہونے والی مخلوقات میں انسان سب سے آخری مخلوق ہے، آخر نبی اکرم ﷺ کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ نباتات وحیوانات کے بعد سطح زمین پر آدم علی السلام ہی سب سے آخر میں پیدا ہوئے تھے؟

اور اللہ تعالی کے اس فرمان کو دیکھیے: ’’ہم نے رات اور دن کو اپنی قدرت کی نشانیاں بنائی ہیں، رات کی نشانی کو تو ہم نے بےنور کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا ہے‘‘۔ سورة الإسراء ﴿۱۲﴾

’’رات کی نشانی کو تو ہم نے بےنور کر دیا‘‘: یعنی چاند جو کہ رات کی نشانی ہے، پہلے روشن تھا پھر اس کی (ذاتی) روشنی ختم کردی گئی۔

اس آیت کریمہ کی بالکل یہی تفسیر صحابہ نے بھی بیان کی ہے، چنانچہ امام ابن کثیر اپنی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ’’چاند پہلے سورج کی مانند ہی روشن تھا اور یہی رات کی نشانی ہے، پھر اس کی روشنی ختم کردی گئی‘‘۔

2) صحیح الجامع، 8188۔



اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جدید سائنس کی آخری تحقیق بھی یہی ہے، چنانچہ ناسا نے بھی اپنے رسمی ویب سائٹ اور چینل پر اس بات کو نشر کیا ہے کہ : چاند اپنی ابتدائی زمانے میں چمکتا ہوا اور روشن تھا۔[1]

لہذا فقط اس ایک آدمی ﷺ کی بتلائی ہوئی نشانیوں، غیبی خبروں، اور لا محدود آسمانی وزمینی اسرارو رموز کا واقع ہونا،تواتر کے ساتھ ثابت ہے، نیز اُسی پر قرآن کا نزول ہوا، وہ بھی اسی چیز کی دعوت لے کر مبعوث ہوا جسے سابقہ انبیا لے کر آئے تھے، ،اسے اللہ کی تائید حاصل تھی اور اسے تب تک موت نہیں آئی جب تک یہ شریعت کامل ومکمل نہیں ہوگئی۔

لہذا قطعی طور پر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ وہ ایک نبی ہے، اسی میں عقلمندی ہے!

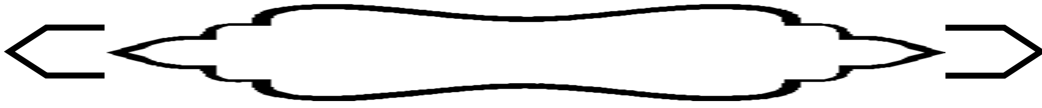
کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے غیبی معجزات کی تعداد ہزار سے بھی زائد ہے۔

اور ان معجزات کو نقل کرنے والے صحابہ روئے زمین پر سب سے سچے اور نیک لوگ ہیں۔

اور تعجب کی بات یہ ہے کہ کبار صحابہ نے ان معجزات کا مشاہدہ کرنے سے پہلے ہی اسلام قبول

---

(1) http://www.nasa.gov/mission_pages/LRO/news/vid-tour.html https://www.youtube.com/watch?v=UIKmSQqp8wY



کرلیا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ سچے ہیں اور آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

کبار صحابہ کا یہ موقف ہی دراصل عقلمندانہ اور حکیمانہ موقف ہے، کیونکہ نبی ﷺ کی صداقت آپ کی نبوت کے اثبات کے لئے کافی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبوت کا مدعی شخص یا تو سب سے سچا شخص ہوگا کیونکہ وہ نبی ہے اور نبی سب سے سچا انسان ہی ہوسکتا ہے۔

یا پھر وہ سب سے جھوٹا شخص ہوگا کیونکہ وہ سب سے عظیم امر میں جھوٹ گھڑ رہا ہے۔

اور کوئی بھی انسان سب سے سچے اور سب سے جھوٹے شخص کے متعلق اختلاط کا شکار نہیں ہوسکتا الا یہ کہ وہ سب سے بڑا جاہل انسان ہو۔[1]

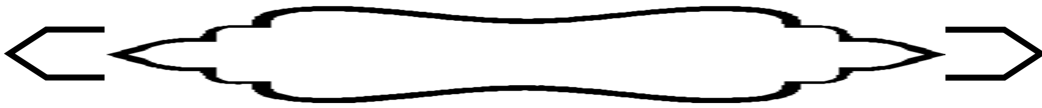
لہذا ایک عاقل کے لئے سب سے سچے اور سب سے جھوٹے شخص میں فرق کرنا کتنا آسان ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مشرکوں نے نبی ﷺ کی بعثت کے پہلے دن ہی یہ اعتراف کرلیا تھا کہ آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ہے، انہوں نے آپ ﷺ سے کہا تھا : ’’ ہم نے آپ کے متعلق کبھی جھوٹ بولنے کا تجربہ نہیں کیا‘‘۔ (2)

---

[1]) ثبوت النبوات عقلًا ونقلًا، ابن تیمیة، دار ابن الجوزي، ص573، اور اسی ماخذ میں اس کا مفہوم، ص 318، پر موجود ہے۔

[2]) صحیح البخاري، ح: 4971۔



اور جب ہرقل نے ابو سفیان سے سوال کیا جب وہ مسلمان نہیں تھے: ''کیا اس نے اپنے اس دعوائے نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ بولا ہے؟''

تو ابو سفیان نے جواب دیا کہ: ''نہیں''۔

ہرقل نے کہا: '' جو شخص آدمیوں کے ساتھ دروغ گوئی سے بچے وہ اللہ کے بارے میں جھوٹ کیسے بول سکتا ہے''۔

پھر ہرقل نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا: '' اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا''۔[1]

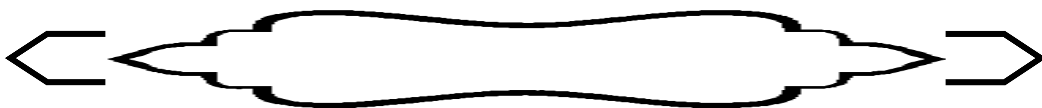
لہذا کافر نبی اکرم ﷺ کی پوری زندگی میں ایک جھوٹ بھی ثابت نہ کرسکے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان پر نکیر کی ہے کہ وہ بعثت کے پہلے سے آپ ﷺ کی حالات سے واقف تھے پھر بھی انہوں نے کفر کیا، فرمان باری ہے: ''یا انہوں نے اپنے پیغمبر کو پہچانا نہیں کہ اس کے منکر ہو رہے ہیں؟'' سورة المؤمنون ﴿٦٩﴾

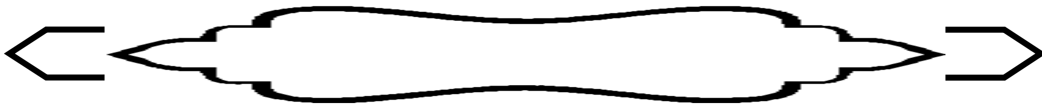
پس آپ ﷺ کی سیرت ہی آپ کی نبوت پر ایک مستقل دلیل ہے۔

الله آپ پر درود وسلام نازل فرمائے۔

لہذا جب آپ ﷺ کی صدق نبوت کے دلائل اتنے معروف اور قوی ہیں تو کسی دانشمند ہندو کے لئے اب ان تمام چیزوں کو جھٹلانا کیونکر ممکن ہے؟

[1]) صحیح البخاري، ح: 7۔





۲۱- کیا انبیا کا انکار کرکے صرف اللہ پر ایمان لانا کافی ہے، جیسا کہ بعض ہندو حضرات کرتے ہیں؟

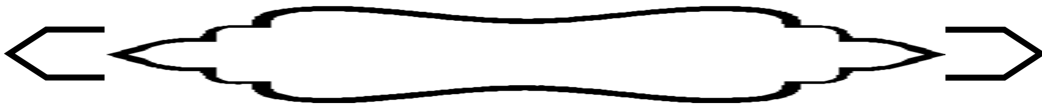
جواب : نہیں۔

مسلمان ہونے کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ انبیا کو چھوڑ کر فقط اللہ کے وجود پر ایمان رکھا جائے، بھلا یہ کیسی بات ہوئی کہ اللہ پر ایمان لایا جائے جو خالق رازق اور مدبر ہے، اور اسی کی جانب سے بھیجی گئی وحی اور اس کے رسولوں کا انکار کیا جائے؟

یہ تو کفر اکبر ہے۔

بلکہ اس سے بڑا مجرم کوئی نہیں جو اللہ کی وحی کو ٹھکرا دے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ’’جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کو نہیں مانتے اور اللہ اور اس کے پیغمبروں میں جدائی ڈالنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پیغمبروں کو مانیں گے اور بعض کو نہیں مانیں گے اور وہ کفر و ایمان کے درمیان میں ایک راستہ بنانا چاہتے ہیں۔‘‘[۱۵۰] ’’یہی لوگ تو پکے کافر ہیں،اور کافروں کے لیے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے‘‘۔ سورہ النساء۔

لہذا جو اللہ پر ایمان لائے اور انبیا کا انکار کرے، وہی درحقیقت کافر ہے۔

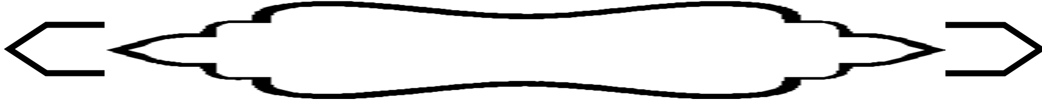


جس کسی نے اللہ کے کسی نبی کا انکار کیا، درحقیقت اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، کیونکہ اس نے اللہ کے وحی کا انکار کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ یہود ونصاری میں سے اہل کتاب نے کفر کیا ہے کیونکہ وہ (اللہ پر ایمان لانے کے باوجود) نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے منکر ہیں۔ بے شک وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، جہنم کی آگ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی لوگ مخلوق میں سب سے برے ہیں۔ سورة البينة ﴿٦﴾ ۔ ان کے جہنم میں داخل ہونے والی اللہ کی یہ وعید بالکل سچ اور حق ہے۔ ’’پس میرا وعدۂ عذاب ان پر صادق آگیا‘‘ سورة ق ﴿14﴾ ۔

اسلام اور نجات کا راستہ یہ نہیں ہے کہ انسان یہ اقرار کرلے کہ اللہ ہی خالق رازق زندہ کرنے والا اور موت دینے والا ہے، اور بس۔ بلکہ رسولوں پر ایمان بھی انتہائی ضروری ہے۔

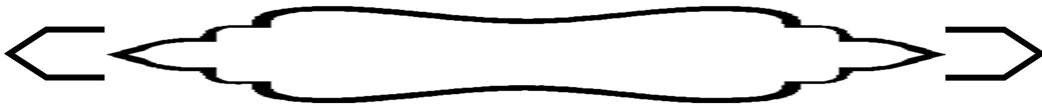
لہذا انبیا کا انکار کرکے اللہ کے وجود پر ایمان لانا کافی نہیں ہے اور نہ ہی بروز قیامت یہ بندے کو کچھ فائدہ دے گا، یعنی ضروری ہے کہ اللہ کی عبادت کی جائے اور تمام رسولوں پر ایمان بھی رکھا جائے۔

اگر صرف اللہ کے وجود پر ایمان رکھنا کافی ہوتا تو اللہ نہ اپنے رسولوں کو مبعوث کرتا اور نہ اپنی کتابیں نازل کرتا کیونکہ فطرتاََ تمام انسانیت اللہ کو جانتی ہی ہے۔



پس جس اللہ نے آپ کو پیدا کیا، ہدایت سے نوازا اور روزی عطا کی، وہی تن تنہا اس لائق ہے کہ آپ اس کے رسولوں اور نبیوں کے بتلائے ہوئے طریقے پر اس کی عبادت کریں۔

اس لئے تمام انبیا اور خصوصا خاتم الانبیا جناب محمد بن عبد اللہ ﷺ پر ایمان لانا واجب ہے۔



۲۲- اللہ نے برائی کیوں پیدا کی؟ یا دوسرے لفظوں میں: ایک مسلمان ''برائی کے مخمصے'' کا کیا جواب دیتا ہے؟

جواب : شر وبرائی کا فتنہ ہی ہندو مت کا تقریبا سب سے بڑا مسئلہ ہے کیونکہ ہندو مت کے فلسفہ کی بنیاد ہی یہی ہے کہ انسان بیابانوں میں رہے تاکہ شر وبرائی سے نجات پاسکے، اور ہندو مت کے مطابق ولادت کی تکرار بھی اس شر کی وجہ سے ہوتی ہے جس کا ارتکاب انسان نے اپنی سابقہ زندگی میں کیا تھا۔

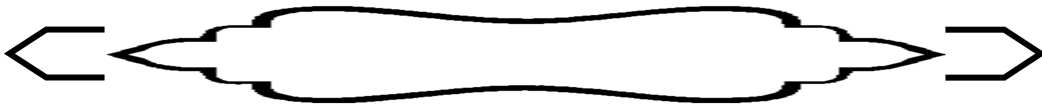
جبکہ یہ سب غلط اور بے کار باتیں ہیں، برائی کا وجود اس دنیا میں فطری امر ہے کیونکہ ہم یہاں ذمہ دار (مکلف) بنائے گئے ہیں۔

اور کیونکہ ہم ابتلا وآزمائش والی دنیا میں ہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے : ''ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں''۔ سورة الأنبياء ﴿۳۵﴾ ۔

خیر وشر اس لئے ہے کیونکہ آپ اوامر الٰہیہ کی انجام دہی کے مکلف ہیں اور یہی آپ کے وجود کا مقصد ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ''جس نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے



اچھے کام کون کرتا ہے، اور وہ غالب (اور) مغفرت فرمانے والا ہے‘‘۔ سورة الملك (۲)۔

لہذا جب ہم مکلف ہیں تو یہ فطری بات ہے کہ فتنے اور آزمائشیں بھی ہوں گی، اور یہ بھی فطری امر ہے کہ ہمارا سامنا شر وبرائی سے ہوگا۔

لہذا شر وبرائی، تکلیف وپریشانی اور گناہ کے ارتکاب کی قدرت یہ چیزیں فطری طور پر انسان کی خود مختاری اور اوامر الٰہیہ کے مکلف ہونے کی وجہ سے ہیں۔

شر وفساد، ابتلاء وآزمائش، مصائب ومشکلات اور نفسانی خواہشات نیک انسان کی افضل ترین خوبی اور برے انسان کی بدترین صفت کو نمایاں کر دیتی ہیں۔

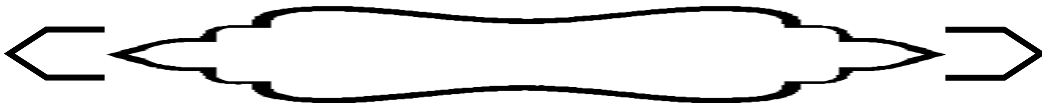
جبکہ دوسری جانب ہم بے شمار خیر وبھلائی میں رہتے ہیں۔

اور بے شمار نعمتوں میں زندگی گزارتے ہیں۔

جس خیر بھلائی میں ہم زندگی گزارتے ہیں اس کے سامنے یہ شر وبرائی بہت معمولی ہے۔

اگر دنیا میں شر نہ ہوتا تو آپ اپنی جائے پیدائش سے باہر نہیں نکلتے ۔

اور نہ کوئی تہذیب وثقافت وجود میں آتی، نہ شہر، فیکٹریاں اور گھر بنتے اور نہ انسان کو کوئی کام کرنے کی ضرورت ہوتی، نیز نہ انسان کسی بیماری کے



خلاف مزاحمت یا کسی مسئلے کے حل یا راحت وسکون کی حصولیابی کے لئے نئی نئی فکر کی ایجاد کے متعلق کبھی سوچتا۔

اور نہ انسان کے لئے اپنی حقیقی جائے پیدائش سے نکل کر کہیں اور جانے کی نوبت آتی۔

یعنی ایسی کوئی شر وبرائی، تکلیف وپریشانی، بلا وآزمائش، مشقت اور مشکلات نہیں ہوتیں جن کے لئے حل تلاش کرنے کی حاجت ہو۔

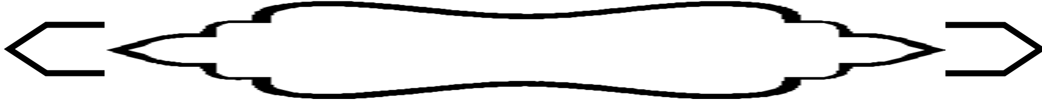
پھر اتنی تھکاوٹ، شب بیداری، سوچ وفکر اور عمل وحرکت کیوں؟

توشر وبرائی کا وجود اس دنیا میں انتہائی ضروری ہے۔

پس غور کریں!

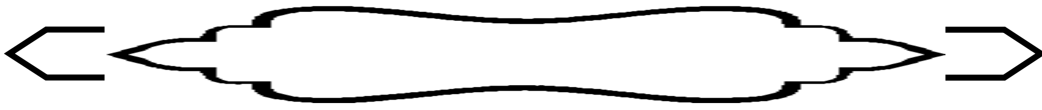
کتنے ایسے لوگ ہیں کہ جب انہیں بلا وآزمائش اور کوئی شر وبرائی لاحق ہوتی ہے تو وہ اللہ کی جانب رجوع کرنے لگتے ہیں اور نیکوکاروں میں سے ہوجاتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالی اپنی حمد کے ساتھ پاک اور عظیم ہے۔

لہذا اللہ کے ہر فیصلے میں خیر وحکمت پوشیدہ ہوتی ہے، گرچہ ان میں سے بعض میں بظاہر شر وبرائی، تنگی یا تکلیف وپریشانی معلوم ہو، لیکن آخر



میں وہ عظیم خیر وبھلائی اور اللہ کی کامل ومکمل حکمت سے گھری ہوئی ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ دنیا میں شر اس لئے ہے کیونکہ آپ (اوامر الٰہیہ کے) مکلف ہیں، اس لئے نہیں کہ آپ نے اپنی سابقہ زندگی میں کوئی گناہ کیا تھا۔

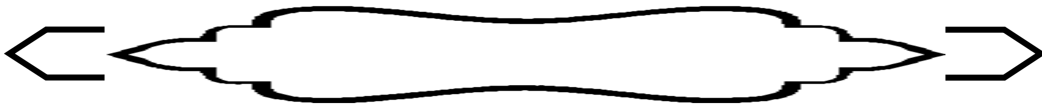


۲۳- اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے مظاہر(علامتیں) کیا کیا ہیں؟ یا دوسرے لفظوں میں: آپ کو کیسے پتہ چلے گا کہ آپ اللہ کے مطیع وفرمانبردار ہیں اور مکمل طور پر اس کے سامنے سر تسلیم خم کر نے والے ہیں؟

جواب: استسلام وفرمانبرداری کی چار علامات ہیں، اور وہ یہ ہیں:

پہلی علامت: اسلام یہ ہے کہ آپ زندگی کے چھوٹے بڑے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کو اختیار کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''اور آپ فرما دیجیے کہ یقینا میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب خالص) اللہ رب العالمین کے لیے ہے ﴿۱٦۲﴾ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔''(سورہ الانعام 163)

''میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب خالص) اللہ رب العالمین کے لیے ہے'' : یعنی میں ہر کام اللہ کی رضامندی کے لئے انجام دیتا ہوں، یہی درحقیقت ہر معاملے میں اللہ کی بندگی ہے اور یہی اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی پہلی علامت ہے۔



اللہ کی مکمل تابعداری کی دوسری علامت: اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا ہے اس کو بجا لانا اور جس چیز سے منع فرمایا ہے اس سے بچنا، فرمان باری ہے: ’’اے ایمان والو! اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اور اس (کا کہنا ماننے) سے روگردانی مت کرو سنتے جانتے ہوئے‘‘ سورة الأنفال ﴿٢٠﴾ ۔ ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ’’ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ‘‘ [19]﴿ سورة البقرة﴾ ﴿٢٠٨﴾ ۔

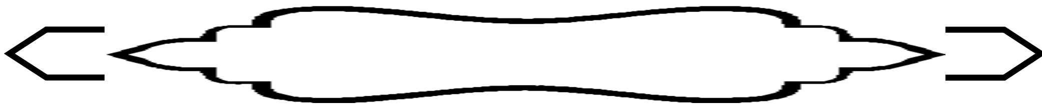
آیت وارد لفظ ’’فِي السِّلْمِ‘‘ کا معنی ہے: اسلام میں۔

آیت میں وارد لفظ ’’ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً‘‘ کا معنی ہے: اللہ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے ان کو لازم پکڑو اور جن سے منع کیا ہے ان سے باز آجاؤ۔

یعنی اللہ نے مجھے کسی چیز کا حکم قرآن میں دیا ہو یا اپنے نبی ﷺ کی سنت میں، میں ان کو بجا لاؤں گا۔ اور مجھے کسی چیز سے منع کیا ہو تو میں ان سے رکا رہوں گا،یہی درحقیقت مکمل طور پر اللہ کی اطاعت وتابعداری ہے۔

اللہ کی فرمانبرداری کی تیسری علامت: ہم شریعت الٰہیہ کے احکام کے سامنے سر جھکالیں اور اس سے راضی ہو کر اسے قبول کریں۔

یعنی قرآن وسنت میں وارد تمام شرعی احکام کو ہم قبول کریں کیونکہ اللہ اپنی مخلوقات کی مصلحتوں



کو خوب جانتا ہے۔ ’’کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا؟ پھر وہ باریک بین اور باخبر بھی ہو‘‘ سورة الملك ۔ 14۔ ۔ اللہ فرماتا ہے: ’’اوراللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟‘‘ سورة المائدہ۔ ۵۰۔ ۔

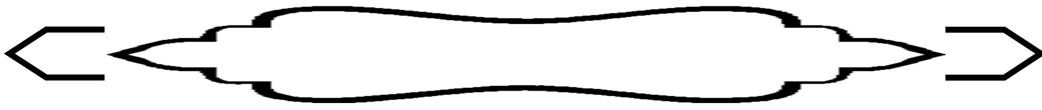
لہذا وہ اللہ ہی ہے جو لوگوں کی دین ودنیا کی مصلحتوں کو جانتا ہے۔

اور اللہ کی شریعت کا نفاذ لوگوں کو (گناہوں اور شر وبرائی سے) پاک کرتا ہے اور انہیں امن وامان والی زندگی عطا کرتا ہے۔

اللہ عزوجلہ کا فرمان ہے: ’’ہم نے ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا کہ اللہ تعالٰی کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے ‘‘۔ سورة النساء ۔٦٤۔ ۔

اللہ نے رسولوں کو اس لئے نہیں بھیجا کہ ہم اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر کسی دوسری شریعت کے مطابق فیصلے کرنے لگیں۔

فرمان ربانی ہے: ’’سو آپ کے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ لوگ اس جھگڑے میں جو ان میں آپس میں ہو، آپ کو حکم نہ بنالیں اور پھر جو فیصلے آپ کردیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اس کو پورا پورا تسلیم کرلیں۔‘‘ ۔٦٥۔ سورة النساء۔ لہذا اللہ کی شریعت کے سامنے مکمل سر تسلیم خم کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ



کی شریعت کے سامنے جھُک جانا اسلام کے تئیں اطاعت وفرمانبرداری کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔

اور جہاں تک اللہ کی مکمل فرمانبرداری کی چوتھی علامت کی بات ہے تو وہ یہ ہے: اللہ کی تقدیر کو تسلیم کرلینا، کیونکہ اللہ کی ہر تقدیر پُر حکمت ہوتی ہے اور ایک مسلمان اللہ کی تمام تقدیروں میں اس کے سامنے جُھک جانے والا ہوتا ہے، چاہے معاملہ خیر کا ہو یا شر کا۔

اگر ایک مسلمان کو خوشی پہنچتی ہے تو وہ شکر بجا لاتا ہے اور اگر مصیبت لاحق ہوتی ہے تو صبر کرتا ہے۔

کیونکہ ہر مصیبت کسی نہ کسی حکمت الٰہی کے تحت اور چونکہ انسان مکلف ہے اس لئے آتی ہے۔

لہذا ہر چیز تقدیر الٰہی کے مطابق ہوتی ہے، صحت ومرض اور فقر وغنا ، ہر چیز اللہ کی تقدیر اور اس کی حکمت کے تحت ہے، اور مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ کی تقدیر پر راضی رہے کیونکہ اللہ ہی اشیاء کو مقدر کرتا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے : ”بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازے پر پیدا کیا ہے۔“ سورة القمر ، 49۔ ایک اور جگہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے : ’’آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں سوائے اللہ کے ہمارے حق میں لکھے



ہوئے کے کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی‘‘۔ سورة التوبة (۵۱)

یعنی سوائے اللہ کے ہمارے حق میں مقدر کی ہوئی چیز کے علاوہ کوئی اور چیز ہمیں لاحق ہو ہی نہیں سکتی۔

نیز عزیز وبرتر پروردگار نے فرمایا: ’’بغیر اللہ کے حکم کے کوئی جاندار نہیں مر سکتا ‘‘۔ سورة آل عمران (145)

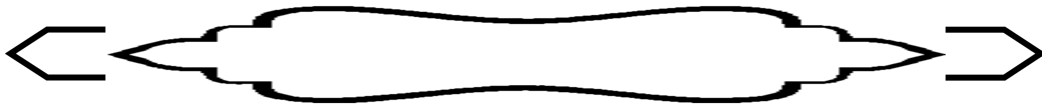
موت کے اوقات اللہ نے لکھ رکھے ہیں۔

اور کائنات میں وقوع پذیر ہونے والی ہر چیز، دنیا میں ہر ذرے کی نقل وحرکت اور ہر واقعے کا رونما ہونا اللہ کے علم، اس کی مشیت، اس کی تقدیر، اس کی حکمت اور اس کی قدرت کے تحت انجام پاتا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے : ’’اور ہرچیز کو اس نے پیدا کرکے ایک مناسب انداز ہ پر ٹھہرایا ہے‘‘۔ سورة الفرقان (۲)

چنانچہ اسی اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور اسی نے ہر چیز کو مناسب انداز میں ٹھرایا ہے، جو اس نے چاہا وہ ہوا اور جو نہیں چاہا وہ نہیں ہوا۔

لہذا ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اللہ کی تمام تقدیروں کو تسلیم کرنا مجھ پر واجب ہے۔



اس طرح ایک انسان اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والا بنتا ہے۔

اور آخری سوال! ہم اسلام میں کیسے داخل ہوں؟

اسلام ہی تمام انسانوں کے لئے اللہ کا دین ہے، ارشاد باری ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں (پسندیدہ) دین صرف اسلام ہے''۔ سورۃ آل عمران (۱۹)۔ چنانچہ اسلام ہی وہ دین ہے جس کے علاوہ اللہ کوئی دین قبول نہیں کرےگا۔ "اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ و(گھاٹا) اٹھانے والوں میں سے ہوگا''۔ سورۃ آل عمران (۸۵)۔

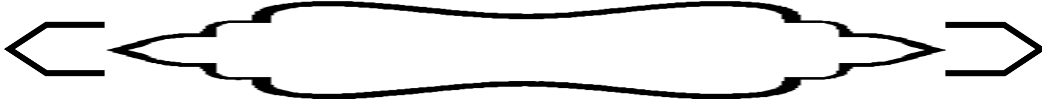
لہذا ہر ہندو وغیر ہندو پر واجب ہے کہ وہ اسلام قبول کرلے۔

کیونکہ اسلام میں ہی جہنم سے نجات اور اللہ کی رضا اور اس کی جنت کے ذریعہ کامیابی کا حصول ممکن ہے۔

اور اسلام میں داخل ہونا عظیم ترین نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، بلکہ آپ کے وجود کے لئے یہی سب سے عظیم اور اہم شی ہے۔

اسلام؛ درحقیقت عقل وفطرت اور ویدوں کی جانب رجوع ہے۔

اور اسلام میں داخل ہونا بہت آسان کام ہے، اس کے لئے رسوم ورواج اور رسمی امور کی چنداں حاجت نہیں، بس انسان ان الفاظ میں شہادتین کا اقرار کرلے



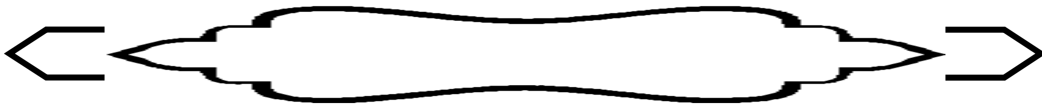
تو کافی ہے: أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدًا رسول الله(یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں)۔

بس اس طرح وہ مسلمان ہوگیا۔

اب وہ اسلام پر عمل کرنا شروع کردے گا۔

اور آخر میں میری یہ وصیت ہے کہ ہر انسان اپنی زبان میں اسلام ہاوس ویب سائٹ کا بار بار وِزٹ کرے،تاکہ نئے مسلمان اسلام پر عمل کرنے کا طریقہ سیکھیں۔

ویب سائٹ لنک: https://islamhouse.com/ar/



فہرست

